

# نہ کیجئے سیلہ

# نازک آگینے



از قلم سیدہ

All Rights Reserved

**Copyright:** Syeda (Author)

**Published by:** Safar-e-Adab

**Published On:** safareadab.com

---

To get published with us, contact us via email or website:

[safareadab.com](http://safareadab.com)

[khanumaira@safareadab.com](mailto:khanumaira@safareadab.com)

[adab@safareadab.com](mailto:adab@safareadab.com)

---

**Note:** We don't charge anything to publish online. If anyone charges any kind of fee in order to publish your write-ups in the name of Safar-e-Adab, please don't try to go ahead with them and immediately report them using the contact us button on our website. Thank you

## ضروری بات

نازک آگینے کے تمام جملہ حقوق لکھاری "سیدہ" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹفارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہوگی۔ بغیر اجازت کہانی کا استعمال کرنے والوں پر سخت کارروائی کی جاسکتی ہے۔ اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔





## پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے بابرکت نام سے شروع کرتی ہوں جو نہایت رحم و کرم والا ہے۔

"میں تمہیں عورتوں سے نرمی کا سلوک کرنے کا حکم دیتا ہوں اور ان کے معاملات میں تمہیں اللہ سے ڈراتا ہوں۔" حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری خطبہ کے یہی الفاظ اس تحریر کی بنیاد ہیں۔

"نازک آگینے" میرے قلم سے نکلی پہلی تحریر ہے جو میں نے 2022 میں لکھی تھی۔ اس کو لکھتے ہوئے میں کشمکش کا شکار تھی کہ آیا میں اس طرح سے کہانی کو عکس بند کر پاؤں گی جیسی میرے ذہن میں ہے؟

BEING THE STRING OF YOUR KITE

میں نے بہت دلجمعی اور یکسوئی سے اس مختصر مگر پراثر تحریر کو اپنے ذہن سے کاغذ پر اتارا اور اس کے اختتام پر بے ساختہ میری آنکھیں نم ہو گئی تھیں چونکہ یہ میری پہلی تحریر تھی، میری اپنی تخلیق، میرا تخیل جو کاغذ پر ہو بہو ویسے ہی قلم بند ہوا تھا جیسا میں چاہتی تھی۔

اس تحریر سے میری جذباتی وابستگی ہے۔ خاص کر اس کے کردار "سید امان رضا" سے۔

یہ تحریر حقیقت سے خاصی قریب تر ہے۔ اتنی قریب کہ ہو سکتا ہے کہ کہانی میں پیش آنے والے واقعات آپ کے کسی بہت اپنے کے ساتھ رونما ہوئے ہوں یا شاید آپ کے اپنے ساتھ ایسا ہوا ہو یا پھر شاید ہو رہا ہو۔۔۔

لیکن اس کہانی کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہ کلی طور پر میرا شاہدہ ہے۔

اس کا موضوع مرد، عورت اور دین ہے۔ باقی آپ پڑھ کر فیصلہ کیجئے گا کہ یہ کہانی حقیقت سے کتنی قریب تر ہے۔۔۔

آپ کی دعاؤں کی طلبگار

سیدہ۔

Safar-e-Adab

BEING THE STRING OF YOUR KITE

فضائیں مسجدوں سے آتی مغرب کی اذانیں بلند ہو رہی تھیں۔ سورج کی روشنی نارنجی ہوتی ہوئی اب ڈھل رہی تھی۔ آسمان میں اکادکا پرندے اپنے آشیانے کو لوٹتے دکھائی دے رہے تھے۔ آسمان پر سکوت طاری ہو رہا تھا جبکہ زمین پر گاڑیوں کی تیز رفتاری بتا رہی تھی کہ انسان اپنے روزگار سے فراغت پا کر اپنے اپنے آشیانوں کو لوٹنے کی جلدی میں ہے۔ اسی سبب گاڑیوں کا رش اور ہارن کا شور مل کر فضا کے سکوت کو توڑ رہا تھا۔ اسی شور میں وہ بھی گم صُم سی تھکے تھکے قدموں سے سڑک ماپ رہی تھی۔ اس کی چال سست تھی۔ سیاہ رنگ کے عبا میں ملبوس اس نے اسی کا ہم رنگ حجاب لپیٹا ہوا تھا۔ چہرے کو نقاب سے ڈھانپا ہوا تھا۔ نقاب سے جھانکتی اس کی بھوری آنکھیں بھی نڈھال تھیں۔

لاہور کے موسم نے یکایک ہی انگڑائی لی اور آن کی آن میں پورا آسمان بادلوں سے ڈھک گیا۔ بادلوں کی اس چھیڑ چھاڑ نے یکدم ہی مزید اندھیرا زمین پر پھیلا دیا تھا۔ اسے ابھی بھی چنداں فرق نہ پڑا تھا۔ وہ ہنوز اسی طرح اپنا سفر طے کر رہی تھی۔ اس کو اس وقت کچھ بھی محسوس نہ ہو رہا تھا۔ یوں لگتا تھا کہ اس کی ساری حسیں منجمد ہو گئی ہوں۔

تب ہی بادلوں کو کچھ اور مستی چڑھی سو وہ جو ابھی پورے منظر پر محض چھائے ہی تھے، چھماچھم برسنے لگے۔ بادلوں کا یکدم بدلتا مزاج سڑک پر چلتے لوگوں کے پیروں میں بجلی پیدا کر گیا تھا جبکہ گاڑیوں کے مالکان بھی اب تیزی پکڑ چکے تھے۔ البتہ کچھ من چلے اس موسم کا لطف لے رہے تھے اور کچھ لوگ سڑک پر موجود دکانوں سے گھر والوں کیلئے موسم کے پکوان خرید رہے تھے۔ قدرے تیز ہوتی اس پھوار نے جہاں چند منٹوں میں ہی جل تھل کر دیا تھا وہیں اس کی حسیں بھی بیدار کر دی تھیں۔ اس پھوار نے اس کا عبا بھگو دیا تھا جس کی سبب اس کا پورا جسم اور چہرہ گیلا ہو گیا تھا۔ موسم کے تیور خطرناک تھے۔ اسے ہوش آیا تو اس نے بھی اپنے قدموں کی تھوڑی رفتار بڑھائی اور بارش میں بھیگتی اپنی منزل کی جانب بڑھنے لگی۔

\*\*\*\*\*

وہ سرخ رنگ کی آف شولڈر ڈریس میں سرخ جوالہ بنی ہوئی تھی۔ اس کا لباس چست تھا جس سے اس کے جسمانی خدو خال واضح ہو رہے تھے۔ گہرا گلا ہو شر با حسن کو مزید دو آتشہ بنا رہا تھا۔ لمبی سٹول ٹانگیں جلد کے ہم رنگ چست پاجامہ سے آراستہ تھیں جو بجائے انہیں ڈھانپنے کے نمایاں کر رہا تھا۔

وہ ایک باپردہ لڑکی تھی۔ اس نے آج تک کوئی ایسا عریاں لباس زیب تن کرنا تو دور کبھی چہرے سے نقاب تک نہ اتارا تھا۔ وہ سامنے لگے آئینہ میں نظر آتے اپنی ہی عکس کو پہنچانے سے قاصر تھی۔ اس کا لباس اس کے جسم کو چھپانے کی بجائے اسے بڑے ہی بے ہودہ انداز میں ظاہر کر رہا تھا۔ اس عریاں لباس میں وہ بمشکل اپنے آپ سے نظر ملا پار ہی تھی۔

اس کی پیشانی شرم کے مارے عرق آلود ہو رہی تھی۔ ہتھیلیاں بھی گھبراہٹ کے مارے بھیگ گئی تھیں۔ اس کا جسم ہولے ہولے لرز رہا تھا۔ اس کا دل زوروں سے دھڑک رہا تھا جبکہ دماغ بہت سی سوچوں میں گھرا انتشار کا شکار تھا۔ خوف، پریشانی، گھبراہٹ یا شرم نہ جانے کس وجہ سے پر اس کے رونگٹے کھڑے ہوئے تھے۔ وہ اپنی ہی کیفیت سمجھنے سے قاصر تھی۔

\*\*\*\*\*

"جلدی کرو یا رڈائزیکٹر تمہیں بلارہا ہے۔ جلدی آؤ ورنہ تمہارے ساتھ ساتھ خواہ مخواہ میری بھی کلاس لگ جائے گی۔" آڈیشن کیلئے تیار ہونے گئی اپنی سہیلی کو بلانے کیلئے وہ مسلسل ڈریسنگ روم کے دروازے پر دستک دے رہی تھی مگر جواب نہ دارد۔

کافی دیر دستک دینے کے بعد بھی اندر سے جب کوئی جواب نہ آیا تو زوبیہ نے دروازہ دھکیلا اور اندر داخل ہوئی۔

وہ اندر پہنچی تو پورا کمرہ خالی پڑا تھا۔ زوبیہ کی نظریں ہر جانب اسے تلاش رہی تھیں۔ جب وہ روم میں کہیں نہ دکھی تو اس نے اندر جا کر روم میں بنا اٹیچ باتھ چیک کیا مگر وہ بھی خالی پڑا تھا۔ اسے اس کا اس طرح عین آڈیشن کے وقت یہاں سے غائب ہونا سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

"وہ خود اپنی رضامندی سے اس کے ساتھ آئی تھی پھر وہ بن بتائے چلی کیوں گئی؟ کتنی منٹیں کر کے اس نے ڈائریکٹر صاحب کو منایا تھا اب وہ انہیں کیا جواب دے گی۔"

ابھی وہ انہی سوچوں میں غلطاں تھی کہ ڈائریکٹر کی کڑک آواز نے اسے ہوش دلایا۔

"زوبیہ۔۔۔ زوبیہ کہاں ہو بھئی؟ جلدی لے کر آؤ اپنی سیٹلی کو۔" ڈائریکٹر کی مصروفیت میں ڈوبی قدرے جھنجھلائی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"جی سر آئی۔" جواب دیتے ہوئے وہ ڈریسنگ روم سے باہر نکلی اور ڈائریکٹر کے پاس چلی آئی۔

"تم اکیلی آرہی ہو؟ کیا ہو اوہ لڑکی کہاں ہے؟" اسے منہ لٹکائے تنہا آتا دیکھ اکتاہٹ بھرے لہجے میں سوال کیا۔

"وہ۔۔۔ وہ۔۔۔ سر!!" اس نے تھوک نگلا۔

"کیا وہ لگا رکھی ہے؟ جلدی بلاؤ اسے میرے پاس وقت نہیں ہے۔" ڈائریکٹر کا مزاج اب بالکل آؤٹ ہو چکا تھا۔

"سر وہ ڈریسنگ روم میں نہیں ہے۔" اس نے بالآخر ہمت جتا کر کہہ ہی ڈالا۔

"ڈریسنگ روم میں نہیں ہے سے تمہارا کیا مطلب ہے؟" حسب توقع وہ غصہ ہو گئے تھے۔

"کہاں غائب ہو گئی وہ لڑکی ڈریسنگ روم سے۔ یہاں کوئی مذاق چل رہا ہے۔ میرا اچھا خاصا وقت برباد کر دیا تم نے۔ اگر اسے نہیں دینا تھا آڈیشن تو میری اتنی منتیں کیوں کی تھیں۔ حد ہے لا پرواہی کی۔" ڈائریکٹر اسے جلی کٹی سنارہا تھا اور وہ بچاری قصور وار نہ ہوتے ہوئے بھی چپ چاپ سن رہی تھی۔

"سر آئی ایم سوری بٹ مجھے خود سمجھ نہیں آ رہا اس نے ایسا کیوں کیا؟ وہ تو اپنی مرضی سے میرے ساتھ آئی تھی۔" زوبیہ شرمندہ سے لہجہ میں وضاحت دے رہی تھی۔

"ابھی اور اسی وقت یہاں سے نکل جاؤ۔ مزید وقت نہیں ہے میرے پاس تم جیسے لوگوں پر ضائع کرنے کیلئے۔ دوسری لڑکی کو بلاؤ۔" اسے ٹھیک ٹھاک بے عزت کرنے کے بعد ڈائریکٹر دوسری لڑکیوں کی جانب متوجہ ہو گیا۔

زوبیہ ان سے معذرت کرتی اپنا بیگ کندھے پر لٹکا کر اتر اسامندہ لئے سٹوڈیو کے دروازے سے باہر نکل گئی۔

\*\*\*\*\*

وہ کالج سے گھر لوٹی تو گھر کا دروازہ چوپٹ کھلا تھا۔ اندر سے ابا کے چیخنے کی آوازیں باہر تک صاف سنائی دے رہی تھیں۔

وہ بیگ سنبھالتی تیزی سے اندر داخل ہوئی۔ دروازے سے داخل ہو کر آنگن میں پہنچی تو سامنے کا منظر دیکھ اس کی اپنی چیخ نکل گئی۔ سامنے اس کا باپ اس کی ماں کو بے دردی سے پیٹ رہا تھا اور اس کی ماں بے بسی کی تصویر بنی چپ چاپ یہ ظلم سہہ رہی تھی۔

"ابا۔۔۔ ابا چھوڑیں امی کو۔ چھوڑیں۔ کیوں مار رہے ہیں انہیں اس طرح۔" وہ بھاگتی ہوئی اپنی ماں کے آگے آکر اس کی نحیف سی ڈھال بننے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔

"ہٹ جانا ہنجر۔۔۔ شرم نہیں ہے ذرا بھی باپ کے منہ کو آرہی ہے۔ ہٹ یہاں سے۔" ابا نے اس کی اس کوشش کو ایک ہی جھٹکے میں ناکام بنا دیا تھا۔

"ابا چھوڑ دیں امی کو۔ آپ کا کوئی حق نہیں بنتا انہیں مارنے پیٹنے کا۔ کوئی رشتہ نہیں ہے آپ کا ان سے۔" اس کے منہ سے نکلے الفاظ سن کر وہ اس کی ماں کو پھینک آگ بگولہ ہوتے اس کے نزدیک آئے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کیا کہا؟؟ کوئی رشتہ نہیں ہے؟؟ سن لڑکی!! یہ غلام ہے۔ غلام۔ میری زر خرید غلام۔ آئی سمجھ۔" انگلی اٹھا کر اسے تنبیہ کر انہوں نے پیر سے اس کی کمر پر ٹھوکر ماری اور غصہ میں ماں اور بیٹی دونوں کو حقارت بھری نگاہوں سے دیکھتے گھر کے دروازے سے باہر نکل گئے۔

پیچھے اس کی ماں وہیں گر چکی تھی اور اٹھنے کی ہمت تو اس میں بھی نہیں بچی تھی۔ بس آنسو تھے جو آنکھوں سے بے آواز بنار کے بہتے چلے جا رہے تھے۔



\*\*\*\*\*

ابا کے جانے کے بعد اس نے امی کو بمشکل تمام سہارا دیتے زمین سے اٹھایا اور بستر پر لٹا کر خود بھی ان کے ساتھ ہی تکیہ لگا کر بیٹھی انہی کے نحیف نڈھال وجود پر نظریں جمائے ہوئی تھی۔

اس کی ماں پٹ پٹ کر نڈھال ہو کر سو گئی تھی یا شاید بے ہوش ہو گئی تھی۔ اپنی ماں کی حالت اور اپنی بے بسی پر اسے بے تحاشا رونا آ رہا تھا۔ ابا کے ظلم تھے کہ روز بروز بڑھتے جا رہے تھے اور اس کی بے بسی تھی کہ حد سے سوا۔

وہ روز کے اس تماشے سے تنگ آ گئی تھی مگر وہ کر بھی کیا سکتی تھی۔ آنکھوں میں آنسو اور چہرے پر تفکرات کی لکیریں لئے وہ انہی سوچوں میں غلطاں تھی کہ اچانک اس کے ذہن میں زوبیہ کے الفاظ گونجے۔

"اتنا کیا سوچنا؟ تم ایک بار چلو تو کل میرے ساتھ، صرف چہرہ دکھا دینا ڈائریکٹر کو۔ سوپ کمرشل کیلئے آڈیشن ہو رہا ہے۔"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

زوبیہ اسے تفصیلات بتا رہی تھی جبکہ وہ گم صُم سے انداز میں بیٹھی تھی۔

"ذرا سوچو اگر تم سلیکٹ ہو گئیں تو تمہارے وارے نیارے ہو جائیں گے۔ پھر تمہیں کسی کے رحم و کرم پر نہیں رہنا پڑے گا۔ تم مضبوط ہو گی تو اپنی ماں کی ڈھال بن سکو گی۔" زوبیہ نرم تاثر لئے اس کی جانب دیکھتی اسے سمجھا رہی تھی۔

"تم مجھ پر بھروسہ کرو۔ دوست ہوں تمہاری، کچھ برا تھوڑی سوچوں گی تمہارے لئے۔" اس کے چہرے پر جھجک محسوس کر زویہ نے اسے مزید وضاحت دی۔

اس کی اتنی تفصیلی گفتگو کے جواب میں وہ بنا کچھ کہے بے دلی سے وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔

\*\*\*\*\*

عصر کی اذانیں فضا میں گونجتی مسلمانوں کو رب کا بلاوا دے رہی تھیں۔۔۔

"آؤ نماز کی طرف"

Safar-e-Adab

"آؤ نماز کی طرف"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"آؤ کامیابی کی طرف"

"آؤ کامیابی کی طرف"

اپنے رب کے اس خوبصورت بلاوے پر لبیک کی صدا بلند کرتے کئی نمازی حضرات مساجد کی جانب دوڑیں لگا رہے تھے۔ اپنا کام کاج چھوڑ، اپنی ہر طرح کی مصروفیات چھوڑ، فائدہ نقصان کو پرے کر کافی لوگ مساجد کی طرف بڑھ رہے تھے۔

جو نہی اذان ختم ہوئی تو امام اختر خان صاحب نے اپنی جگہ سنبھالی اور اپنی امامت میں کھڑے لوگوں کو فرائض کی ادائیگی کیلئے منظم کر اللہ کا ذکر بلند کیا۔ تکبیر کیلئے ہاتھ اٹھا کر کانوں تک پہنچائے پھر "اللہ اکبر" کہتے ہوئے نیت باندھ لی۔

\*\*\*\*\*

سفید شلوار قمیض کے ہمراہ ہم رنگ بڑا سا رومال کندھے پر ڈالے، سر پر سفید ہی رنگ کی ٹوپی سجائے، وہ گھر کے مرکزی دروازے سے داخل ہوئے۔ چہرے پر کر خنگی اور آنکھوں میں غیض و غضب لئے بارعب چال چلتے وہ آنکھوں میں رکھی چارپائی پر بیٹھ گئے۔ ان کی شخصیت ہی ایسی تھی۔ ان کے گھر میں داخل ہوتے ہی سب پر ہیبت سوار ہو جاتی تھی۔ ہر کوئی ہی ان کے غصہ سے خائف رہتا تھا۔ اسی لئے سب لوگ ان کا سامنا کرنے سے کتراتے تھے جبکہ انہیں خود بھی کسی کا اپنے سامنے آنایا مخاطب کرنا سخت ناپسند تھا۔

"نورین۔۔۔ اور نورین۔۔۔۔ چائے لے آ۔" انہوں نے وہیں بیٹھے اونچی آواز میں اپنی بیگم کو پکارا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

ان کی آواز سن چکن میں کام کرتی رشیدہ کے ہاتھ پیر پھول گئے۔ انہوں نے جلدی سے ان کے پیالہ میں چائے انڈیلی اور دوپٹہ کا گھونگھٹ نکال کر تیزی سے باہر کو لپکیں۔

"یہ لیس امام صاحب۔" انہوں نے دھیمی آواز میں کہا اور پیالہ ان کی جانب بڑھایا۔

ایک نظر اٹھا کر ان کو دیکھ انہوں نے "ہو نہہ" کہہ کر پیالہ ہاتھ میں تھما اور لبوں سے لگایا۔

"تھووو۔۔۔ یہ کیسی چائے بنائی ہے؟؟ نہ چینی کا پتہ، نہ پتی کا۔" پیالہ لبوں سے لگاتے ہی انہوں نے دور پھینک دیا۔ پیالہ کئی ٹکڑوں میں بٹ گیا اور اس میں موجود چائے فرش پر پھیل گئی۔

ان کے اس اچانک رد عمل پر نورین اپنا دوپٹہ اپنی مٹھیوں میں دبو جیتی سہم کر رہ گئی تھیں۔

"یہ کیا چائے بنائی ہے تو نے؟ اسے چائے کہتے ہیں۔" وہ اس کے مقابل کھڑے ہو کر دھاڑے۔

"وہ۔۔۔ وہ۔۔۔"

تراخ۔۔۔۔۔ اس سے قبل کہ وہ کچھ کہتیں امام صاحب کا تھپڑا نہیں زمین بوس کر گیا۔

ان کی گھٹی گھٹی سسکیاں فضا میں گونج رہی تھیں۔

"رونادھو نابد کر اور یہ صاف کر۔ اس گھر میں گھڑی بھر سکون نہیں ہے۔ ہر وقت نحوست۔۔۔" انہیں بالوں سے گھسیٹ کر وہ مغالطہ بکتے گھر سے باہر نکل گئے جبکہ پیچھے وہ پونچھا اٹھا کر چائے صاف کرتی سسکیاں بھر رہی تھیں۔

\*\*\*\*\*

کافی دیر یونہی سوچوں میں گم رہنے کے بعد اس نے تھک کر بستر سے پیر نیچے گرائے۔ ساتھ لگی میز پر سے پانی کی بوتل اٹھائی اور ایک ہی سانس میں اپنے اندر انڈیل لی۔ بوتل واپس رکھ کر گہرا سانس خارج کر گھڑی کی جانب دیکھا۔

گھڑی تین بجے کا وقت بتا رہی تھی۔ نماز کا وقت تنگ ہو رہا تھا اور اس کا سن ہوتا دماغ کوئی بھی فیصلہ کرنے سے قاصر تھا۔

اچانک اس کی ماں کے منہ سے سسکی نکلی۔ وہ سوچوں کو جھٹکتی اپنی ماں کی جانب جھکی۔ اس کی ماں درد کی شدت سے سوتے میں کراہ رہی تھی اور بس یہی وہ ایک لمحہ تھا جب اس نے اپنا فیصلہ کر لیا تھا۔

اس نے اپنی ماں کی پیشانی چومی اور بستر سے اتر کر کمرے سے باہر نکل آئی۔ آنگن میں لگے واش بیسن سے وضو کیا اور واپس کمرے کی راہ لی۔

کمرے میں آکر اس نے دوپٹہ چہرے کے گرد لپیٹا اور جائے نماز بچھا کر قبلہ رخ کھڑی ہو گئی۔ بے دلی سے اس نے آناً فاناً نماز ادا کی اور بنا دعا مانگے ہی اٹھ گئی۔

اس کی نماز اسی طرح کی ہوتی تھی۔ وہ نماز تو پانچ وقت کی پڑھتی تھی مگر صرف ابا کے خوف سے۔ اللہ کے خوف یا اس کی محبت میں نہیں۔ اسے اپنے رب سے بہت شکوے تھے۔ وہ کبھی بھی اپنے رب کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتی تھی۔

اسے لگتا تھا کہ اس کی کبھی کوئی دعا قبول نہیں ہوگی اور وہ ہمیشہ تہی دامن رہے گی۔

"اور جب دامن خالی ہی رہنا ہے تو پھیلا یا ہی کیوں جائے؟ بس جو ہو رہا ہے اسے چپ چاپ برداشت کیا جائے کہ اس کے سوا کوئی چارہ بھی تو نہیں تھا۔" کرب سا کرب تھا۔

\*\*\*\*\*

بظاہر اس کا تعلق ایک مذہبی گھرانے سے تھا۔ اس کے خاندان کے ظاہر کو دیکھ کر کوئی بھی یہی اندازہ لگا سکتا تھا۔ اس کے گھر کی تمام خواتین باپردہ جبکہ تمام مردوں کے چہرے داڑھی سے منور تھے۔ وہ سب صوم صلوٰۃ کے پابند تھے مگر افسوس یہ سب سوائے ظاہری حلیہ اور دکھاوے کی عبادت کے اور کچھ نہ تھا۔

یہاں دین محض ایک رواج کے طور پر رائج تھا جو ان لوگوں نے اپنایا ہوا تھا۔ یہ لوگ مذہبی ہوتے ہوئے بھی مذہب سے کوسوں دور تھے۔ درحقیقت یہ لوگ مذہبی نہیں بلکہ منافق تھے جو صرف ظاہری طور سے دین پر عمل پیرا تھا مگر ان کے دلوں پر مہرین ثابت ہو چکی تھیں۔

یہاں مردوں کی حاکمیت تھی اور گھر کی خواتین محکوم۔ جن کی حیثیت کیڑوں مکوڑوں کی سی تھی۔ گھر کے مردان کے ساتھ جیسا چاہے سلوک روا رکھ سکتے تھے۔

گھر کے سربراہ یعنی اس کے والد امام اختر خان جو کہ علاقہ کی مسجد کے امام تھے اور مسجد کے ساتھ ملحقہ مدرسہ میں تدریس کے شعبہ سے وابستہ تھے۔ وہ نہ صرف ایک ظالم و جابر شوہر اور باپ تھے بلکہ ایک انتہا پسند استاد بھی تھے جو بچوں پر دین کے نام پر ہر قسم کی سختی برتتے تھے۔

اس کی ماں جو اس کے باپ سے علیحدگی کے بعد گھر سے ملحقہ سرونٹ کوارٹریں اس کے ہمراہ مقیم تھی۔ اس کی ماں کی دوہی اولادیں تھیں۔ ایک وہ خود اور دوسرا اس کا بھائی مصطفیٰ خان جو کہ شکل و صورت، عادت و اطوار غرض ہر لحاظ سے اپنے باپ کا پرتو تھا۔ اسے اپنی ماں اور بہن کی چنداں فکر نہیں تھی۔ وہ ان کے بجائے اپنی بیوی کے ساتھ اسی گھر میں رہتا تھا مگر بیوی کا مقام بھی اس کی نظر میں ماں اور بہن سے کچھ مختلف نہ تھا۔

دوسری جانب اس کی سوتیلی ماں نورین بیگم تھیں جو کہ تاحال ابا کے نکاح میں تھیں۔ ان کی چار اولادیں تھیں۔ بڑا بیٹا منزل جو کہ گھر کے گھٹن زدہ ماحول سے عاجز آکر بے راہ روی کا شکار ہو گیا تھا۔ وہ ایک آوارہ اور عیاش طبع نوجوان تھا جو نوجوانی کی دلیز پر قدم رکھتے ہی کالج کے دوستوں کی صحبت میں رہ کر فحش کاموں میں مبتلا ہو گیا تھا۔ ہاں بظاہر حلیہ اس کا بھی بالکل ابا جیسا تھا۔ چہرے پر داڑھی، ٹخنوں سے اونچی شلوار، سر پر ہمہ وقت ٹوپی اور نماز روزوں کا پابند جبکہ اس کے گھر والے ان سب باتوں سے بے خبر تھے۔ ویسے بھی اس گھر میں محض خواتین سے ہی باز پرس کی جاتی تھی جبکہ مرد ہر معاملہ میں آزاد تھے۔

اس کے بعد دو بیٹیاں، مہ جبین اور فرحین جن کی زندگی اس گھر کی باقی خواتین جیسی ہی تھی اور سب سے چھوٹا بیٹا موسیٰ جو کہ ابھی سکول میں زیر تعلیم تھا۔

یہ تھے اس گھر کے تمام افراد جو دین سے کوسوں دور ایک جابر بظاہر دین کا علمبردار بنے ایک شخص کی سربراہی میں زندگی گزار رہے تھے۔ جن کی زندگیوں پر وہ شخص حکومت کر رہا تھا اور دین کے پیراہن میں اپنا مکروہ چہرہ چھپائے زمینی خدا بنا بیٹھا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

\*\*\*\*\*

تھکے تھکے قدموں سے وہ گھر کی جانب گامزن تھی۔ اس کا دماغ اس وقت کئی سوچوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ وہ خالی خالی نظروں سے ادھر ادھر کے مناظر دیکھتی ہوئی بارش میں بھیگتی اپنا بھاری وجود سنبھالے چلی جا رہی تھی۔



مغرب کی اذانیں ختم ہو چکی تھیں۔ اب ہولے ہولے رات اپنے پنجے گاڑ رہی تھی۔ ایک تورات اوپر سے بارش اور پھر اچانک سے ذہن میں ابھرنے والا ابا اور بھائی کا تصور۔۔۔ ان سب باتوں کے ذہن میں آتے ہی اس نے قدموں کی رفتار اب حقیقتاً بڑھائی تھی۔

"مغرب ہو گئی۔۔۔ گھر میں تو کھرام مچ گیا ہو گا۔ میرے اب تک گھر نہ پہنچنے کی وجہ سے ابا اور بھائی کا غصہ تو عروج پر ہو گا۔" اور ابا کے غصہ کا سوچ کر اسے بے ساختہ جھرجھری آگئی۔

یکدم ہی اسے ماں کی بھی فکر ستائی جو اس کے بنا اطلاع کئے اب تک گھر سے غائب رہنے کی سبب سخت پریشان ہو گی اور یقیناً سب کے زیر عتاب بھی۔

تیز تیز قدم اٹھاتی وہ ہانپتی کانپتی بالآخر گھر پہنچی۔ گہری سانس خارج کی اور ساری ہمت مجتمع کر کے دروازے سے اندر داخل ہوئی۔ راہداری عبور کی اور لیونگ روم کے عین سامنے آکر رکی۔

وہ سرونٹ کو ارٹر کی بجائے گھر میں داخل ہوئی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ ابا کی عدالت وہیں سچی ہوئی ہو گی اور اماں وہاں مجرم نہ ہوتے ہوئے بھی مجرموں کی طرح کھڑی ہوں گی۔

حسب توقع بھائی کا غصہ ساتویں آسمان پر تھا۔ ابا دونوں ہاتھ پشت پر باندھے ادھر سے ادھر ٹہلتے شاید اسی کے منتظر تھے۔ وہاں اس وقت تین نفوس ہی موجود تھے۔ یہاں وہاں ٹہلتے ابا، غصہ سے بھرا مصطفیٰ اور سر جھکائے کھڑی اس کی اماں جن کے چہرے پر پریشانی اور خوف بیک وقت چھائے ہوئے تھے۔

اندر کے مناظر دیکھ کے اس کے قدم وہیں جم گئے تھے۔ اسے وہاں کھڑے چند ثانیے ہی گزرے ہوں گے کہ مصطفیٰ کی نظر اس پر پڑی۔ اس پر نظر پڑتے ہی وہ شعلہ بارنگاہوں سے دیکھتے تیزی سے اس کی جانب آیا اور اسے بازو سے دبوج کر بے دردی سے گھسیٹتے ہوئے ابا کے سامنے لا پٹھا۔

اسے سامنے دیکھتے ہی اس کے باپ کا خون کھول اٹھا اور انہوں نے آؤدیکھانہ تاؤپے درپے اس کی کمر پر تھپڑوں کے وار کرنے لگے۔

یہ منظر دیکھ اس کی ماں اسے بچانے کو آگے بڑھی مگر مصطفیٰ نے ہاتھ سے پکڑ کر انہیں اپنی جانب کھینچ لیا۔

"مصطفیٰ چھوڑو۔ تمہاری بہن ہے وہ۔۔۔ وہ مر جائے گی۔ روکو اپنے باپ کو۔" وہ اس کی گرفت سے خود کو چھڑانے کی سعی کر رہی تھیں۔

مصطفیٰ ہنوز انہیں پکڑے ہوئے تھا۔ اس پر کسی قسم کا کوئی اثر نہ ہوتے دیکھ وہ اپنے سابقہ شوہر سے التجا کرنے لگیں جو ان کی بیٹی کو بنار کے پیٹ رہے تھے اور گالم گلوچ بھی جاری تھی۔

"اللہ کیلئے رحم کریں امام صاحب میری بچی پر۔ چھوڑ دیں اسے۔ وہ کمزور ہے۔ دیکھیں کیا حال ہو گیا ہے اس کا۔ کچھ تو ترس کھائیں۔ بیٹی ہے آپ کی، خون ہے آپ کا۔" لفظ "بیٹی" سن کر ان کا مسلسل چلتا ہاتھ یکدم رک گیا۔

اسے ایک جھٹکے سے چھوڑ وہ ان کی طرف بڑھے اور ہاتھوں میں ان کا چہرہ دبوج لیا۔

"خبردار بد کردار عورت!! مجھے گالی مت دے۔ پتہ نہیں کس کا گناہ میرے سر تھوپ رہی ہے۔" وہ کھا جانے والی نظروں سے انہیں گھور رہے تھے۔

"بس ابا! میری غلطی پر میرے ساتھ جو سلوک کرنا ہے کریں لیکن میری ماں پر یوں الزام تراشیاں مت کریں۔" وہ زمین پر پڑے پڑے سسکیاں لیتی نڈھال آواز میں گویا ہوئی۔

"بہت زبان نہیں چلنے لگی ہے تیری؟ میں دیکھ رہا ہوں بڑے پر نکل آئے ہیں دونوں ماں بیٹی کے۔ کس کی دی گئی شہ ہے یہ؟" ان کا چہرہ چھوڑ وہ اس کی جانب نفرت سے دیکھنے لگے۔

اس کی ماں بے بسی سے انہیں دیکھے گئی جبکہ مصطفیٰ کی آنکھوں میں خون اتر اہوا تھا۔

"مصطفیٰ۔۔" انہوں نے اسی کی جانب دیکھتے اپنے بیٹے کو پکارا۔

"جی ابا۔۔" مودبانہ جواب آیا۔

"جلد سے جلد اس گندگی کی پوٹلی کو میرے گھر سے نکالنے کا بندوبست کرو۔ میں اسے اب مزید اس گھر میں برداشت نہیں کر سکتا۔" وہ مصطفیٰ کو حکم صادر کرتے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئے۔

مصطفیٰ بھی اپنی ماں کا ہاتھ آزاد کر دونوں ماں بیٹی کو ان کے حال پر چھوڑ کر وہاں سے چلا گیا۔

پچھے وہ دونوں ماں بیٹی تنہا رہ گئی تھیں۔

\*\*\*\*\*

اس کی آنکھ کھلی تو صبح ہو چکی تھی۔ وہ چارپائی پر لیٹی ہوئی تھی۔ اماں چارپائی کے قریب ہی کرسی پر بیٹھے سو رہی تھیں۔ وہ بنا آواز کئے چارپائی پر اٹھ کر بیٹھی۔ درد کی ایک تیز لہر اچانک اس کی کمر میں اٹھی۔ وہ تڑپ کر رہ گئی تھی۔ رات کا سارا منظر اس کی آنکھوں کے سامنے گھوم گیا۔

ہمت جمع کر کے وہ اٹھی اور بمشکل خود کو گرنے سے بچاتی دیوار کا سہارا لیتی آنگن تک آئی۔ چپل پاؤں میں اڑس کر بیسن کا سہارا لے کر نل کھولا۔ منہ پر پانی کے چھپا کے مار کر اس نے خود کو آئینہ میں دیکھا۔

چہرہ کل رات ہونے والے ظلم کی چغلی کھا رہا تھا۔ ہونٹوں سے نکلنے والا خون جم کر پیڑی بن گیا تھا۔ رات ہونے والا پورا واقعہ اس کی نظروں کے سامنے کسی فلم کی طرح چلنے لگا تھا۔ رات کا منظر یاد کر کے بلا ارادہ ہی اس کی آنکھوں سے بہہ نکلے جنہیں اس نے بے دردی سے رگڑ دیا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

ہاتھ سے کھینچ کر اپنے سر کو دوپٹے سے آزاد کر کے بالوں کو ایک طرف کیا۔ گردن پر بھی جابجائیل کے نشان تھے۔ وہ اپنی بے بسی پر روتے روتے یکدم پاگلوں کی طرح ہنستی چلی گئی۔

کسی نے اسے صفائی تک دینے کا موقع نہ دیا تھا۔ وہ گھر دیر سے کیوں آئی تھی؟ وہ کہاں تھی؟ اس سب میں کسی کو دلچسپی نہ تھی۔ دیر سے آنے پر اس سے کچھ پوچھنا تو دور کی بات کسی نے اسے خود بھی کچھ بتانے تک کا موقع دیے بنا ہی اس کی یہ حالات کر ڈالی تھی اور مزید یہ کہ اب اس کے رشتے دیکھے جا رہے تھے۔ اس گندگی کی پوٹلی کیلئے کسی کچرا دان کا انتخاب کیا جا رہا تھا تا کہ جلد از جل اس سے چھٹکارا پایا جاسکے۔

\*\*\*\*\*

اس کی ماں کی آنکھ کھلی تو اسے کمرے میں نہ پا کر وہ پریشان سی باہر آئی تو وہ اسے واش بیسن کے پاس کھڑی نظر آئی۔

وہ آئینہ میں اپنا عکس دیکھ رہی تھی۔ اس کی ماں اس کے نزدیک آئی اور اس کو کندھوں سے تھاما۔

وہ چونک کر پلٹی تو اپنی ماں کو کھڑا پایا۔

"بیٹی یہاں کیوں کھڑی ہے؟ اندر چل کے بیٹھ۔" اس کی ماں نے اس کے زخموں سے نظریں چراتے ہوئے کہا۔

اس نے خالی نظروں سے اپنی ماں کو دیکھا اور پھر بنا کچھ کہے چپ چاپ ان کے ہمراہ چلتی کمرے میں چلی آئی۔

اس کی ماں نے سہارا دے کر اسے چارپائی پر بٹھایا اور خود اس کیلئے ناشتہ بنانے باورچی خانہ میں چلی گئی۔ پیچھے وہ چارپائی پر بیٹھی پھر سے سوچوں میں ڈوب گئی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے اس کے پاس اس کے سوا کوئی دوسرا کام ہی نہیں تھا۔ وہ بس ہر وقت سوچوں میں ہی کھوئی رہتی تھی۔

ماضی کی تلخیاں، حال کی سختیاں اور مستقبل کی ہولناکیاں، سب مل کر اسے ڈراتی تھیں۔ ایسے میں وہ اپنی ماں سے بھی کچھ نہیں کہہ سکتی تھی کہ وہ خود حالات کی ماری تھی۔ اس کی کیا ہی دادرسی کرتی۔

ہاں ایک ذات تھی جو مشکل کشا ہے۔ اس سے سب کہا جاسکتا ہے مگر وہ اس ذات سے بھی کچھ بدگمان نظر آتی تھی۔

اس نے جب سے ہوش سنبھالا تھا اپنے ابا کو ایسا ہی پایا تھا اور وہ ایک امام تھے جو خود کو اسلام کا علمبردار بتاتے تھے۔ اس نے دین اپنے ابا کی نظر سے دیکھا تھا۔ اس کے ابا کے حساب سے مرد عورت پر حاکم ہے سو عورت کو چاہیے کہ وہ مرد کے سامنے محکوم بن کر رہے۔

"عورت دین میں ناقص ہے اور مرد عورت پر ایک درجہ فوقیت رکھتا ہے۔" یہ جملے ابا کی زبان پر ہمہ وقت رہتے تھے اور وہ اس پر عمل بھی کرتے تھے۔

اپنے سے منسوب عورتوں کو اپنے عتاب کا نشانہ بنانا ان کا معمول تھا۔

اسے یاد تھا جب وہ سات سال کی تھی اور اس نے ابا سے کہا تھا کہ "اللہ تو سب سے پیار کرتا ہے چاہے وہ مرد ہو یا عورت۔" اس نے اپنی ماں کی سکھائی ہوئی بات بڑے فخر سے دہرائی تھی۔

تب ابا نے اسے قرآن وحدیث سے ثابت کر کے دکھایا تھا کہ "اللہ نے مرد کو عورت کا حاکم بنایا ہے۔" اور اس وقت اس کا کچا ذہن الجھ گیا تھا اور اس کا ننھا سادل ٹوٹ گیا تھا۔

"مطلب ابا کو یہ حکم ہمارا دین دیتا ہے۔" اس کی سوچ یہیں تک پہنچ سکی تھی۔

دین کو اس نے ابا کے حساب سے سیکھا اور یوں وہ ابا کے ساتھ ساتھ دین سے بھی دور ہوتی گئی۔ نماز، روزہ، پردہ سب جبراً گیا۔ کبھی بھی دل سے نہ اس نے رب کی عبادت کی اور نہ ہی کبھی اپنی رضا سے اس نے رب کے احکام مانے۔

سوچوں کے بھنور میں بھٹکتی وہ پھر سے کہیں دور بہت دور نکل چکی تھی۔

\*\*\*\*\*

"بس بھابھی جلد سے جلد کوئی رشتہ ڈھونڈیں تاکہ میں اسے ٹھکانے لگاؤں۔ دونوں ماں بیٹی میرے لئے عذاب بنتی جا رہی ہیں۔" چینی کے پیالہ سے چائے کی ایک بڑی چسکی لے کر انہوں نے اپنے سے کچھ فاصلہ پر بیٹھی اپنی بھانج سے کہا۔

"ہاں ہاں اختر میاں تم بے فکر ہو جاؤ۔ اب سمجھو کہ تمہاری یہ پریشانی ہماری ہوئی۔ دودن میں اس چھو کری کیلئے رشتہ لے آؤں گی اور اسے چلتا کروں گی اور بھئی رہی بات عذاب بننے کی تو تم نے بہت ہی سر پر چڑھا کر رکھا ہوا تھا اپنی پہلی بیوی کو جبھی اتنا اترا تھی ہے ورنہ اس نورین کو ہی دیکھ لو کبھی جو زبان بھی کھولی ہو تمہارے آگے۔" انہوں نے اپنے مخصوص انداز میں اپنے دیور کی بات کا جواب دیا۔

صائمہ بیگم امام صاحب کے بڑے بھائی کی بیگم تھیں جنہیں وہ بہت مان دیتے تھے۔ وہ خاصی دبنگ قسم کی خاتون تھیں جن سے ہر کوئی ہی تھوڑا خوف کھاتا تھا۔ ان کے اپنے میاں کی بھی ان کے آگے ایک نہیں چلتی تھی اور امام صاحب بھی ان سے قدرے دب کے رہتے تھے۔ ان کے میاں یعنی امام صاحب کے بھائی لیاقت خان ایک کاروباری آدمی تھے۔ وہ ان کی طرح مولوی نہیں تھے بلکہ پورے خاندان میں صرف اختر صاحب کا گھرانہ ہی اس طرح کا تھا۔

ابھی بھی ان کے بھائی کاروباری دورے پر شہر سے باہر تھے سو اسی لئے صرف بھابھی ہی آئی تھیں جن کو انہوں نے خاص طور سے اپنی بیٹی کے رشتے کیلئے بلایا تھا۔ انہیں ان پر پورا اعتبار تھا کہ وہ اس کیلئے جلدی رشتہ ڈھونڈ کر انہیں اس سے نجات دلا دیں گی۔



وہ بھی اپنے دیور کو پورا اطمینان کراچکی تھیں۔ ان کی اپنی تو کوئی اولاد تھی نہیں سو اپنے دیور کے بچوں کی شادی انہوں نے ہی کرانی تھی۔ پہلے مصطفیٰ کی شادی بھی انہوں نے ہی کرائی تھی۔ وہ تو ویسے بھی ان کا بے حد لاڈلا تھا۔ ہاں اس گھر کی لڑکیوں میں انہیں چنداں دلچسپی نہیں تھی۔ وہ سب ہی انہیں منحوس لگتی تھیں۔

"ویسے یہ ساری فضول باتیں چھوڑو یہ بتاؤ میرا مصطفیٰ کہاں ہے؟ کہیں دکھ نہیں رہا۔" انہوں نے چائے ختم کر یہاں وہاں دیکھا۔

"وہ بھی آج کل اسی ناہنجار کیلئے پریشان ہے۔" ان کے لہجہ میں اپنی بیٹی کیلئے بے پناہ نفرت تھی۔

"ارے وہ کیوں ہلکان ہو رہا ہے؟ اس سے بولو کہ اس کی تائی جب تک زندہ ہے اسے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ چلو اب میں چلوں۔ خدا حافظ۔" انہوں نے مان سے کہہ کر اپنی چادر سر پر ڈالی اور کھڑی ہو گئیں۔

"ارے بھابھی کھانا کھا کر جائیے گا۔" امام صاحب نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"نہیں بھئی بس چلوں گی۔" انہوں نے لال جھنڈی دکھائی۔

"نورین باہر آ۔۔ بھابھی جا رہی ہیں۔" باورچی خانہ میں آتی ان کی چنگھاڑ سن وہ دوپٹہ صیغ کرتی باہر آئیں۔

"اللہ حافظ بھابھی جان۔" انہوں نے دھیمی آواز میں نظریں جھکائے کہا۔

"ہاں ہاں خدا حافظ۔ چلو بھی اختر میاں خیال رکھنا۔" ان دونوں کو الوداع کہہ کر وہ راہداری سے گزر کر گھر کے مرکزی دروازے کی جانب بڑھ گئیں۔

پچھے امام صاحب اب بالکل مطمئن ہو گئے تھے جبکہ نورین دوبارہ سے اپنے کاموں میں لگ گئی تھیں۔

\*\*\*\*\*

جس دن سے تائی جان گھر سے ہو کر گئی تھیں اسی دن سے اس کیلئے ایک کے بعد ایک رشتے آرہے تھے جبکہ اسے گھر میں قید کر دیا گیا تھا۔ وہ جو کالج چلی جایا کرتی تھی اب اس پر بھی پابندی لگا دی گئی تھی۔ موبائل وغیرہ کی سہولت تو پہلے ہی اس کے پاس نہیں تھی اور نہ ہی کوئی تفریح۔ کالج کے نام پر جو تھوڑی دیر کھلی فضا میں سانس لینا میسر ہوتا تھا اب وہ بھی چھین لیا گیا تھا۔

اس ایک ہفتہ میں اس کے کئی رشتے دیکھے جا چکے تھے مگر کوئی بھی ابھی تک رضا مندی کی سند نہیں پاسکا تھا۔ وجہ یہ نہیں تھی کہ کسی کو اس کے معیار کا نہیں سمجھا جا رہا تھا بلکہ وجوہات ابا کی اپنی ذاتی تھیں۔

سب سے پہلی وجہ تو اس کا نقاب تھا۔ وہ اور اس کی بہنیں چہرہ ڈھانپتی تھیں اور کسی کو بھی ان کا چہرہ دیکھنے کی اجازت نہیں تھی۔ عورتوں کو بھی نہیں۔۔۔

ابا کی شرط تھی کہ شادی بنا لڑکی کا چہرہ دیکھے ہوگی۔ وہ کسی کو بھی اس بات کی اجازت نہیں دیں گے سو کافی لوگ تو "ضروریٹی میں کوئی نقص ہو گا جی نہیں دکھا رہے چہرہ یا بد صورت ہوگی۔" ایسی اور اس قسم کی باتیں بول کر صفا

چٹ انکار کر گئے تھے اور جو راضی ہو جاتا تو ابا کو اس میں عیب نظر آ جاتے۔ کوئی ان کے فرقہ کا نہیں تو کسی کی داڑھی ایک مٹھ کی نہیں، کوئی ٹخنوں سے اونچی شلوار نہیں پہنتا تو کوئی پیٹ شرٹ پہنتا ہے۔

غرض یہ کہ ابا کے اعتراضات کی فہرست خاصی طویل تھی۔

ان کی بس یہ خواہش تھی کہ لڑکا ہو بہو ان کے جیسا ہو تا کہ وہ ان کی بیٹی کو ویسے ہی سختی سے دین پر عمل پیرا رکھے جیسے وہ رکھتے آئے تھے۔

اسی لئے اس کے رشتے خاصی چھان پھٹ کر دیکھے جا رہے تھے اور وہ تو بس منتظر تھی کہ اب اس قید سے نکل کر دوسری قید میں منتقل ہو جائے۔ وہ جانتی تھی کہ اس کیلئے کچھ نہیں بدلنے والا بس جگہ بدل جائے گی۔ قسمت اس کی وہی رہے گی۔

دوسری جانب اس کی ماں تھی جو اس کے اچھے نصیب کیلئے ہر وقت دعائیں کرتی نہ تھکتی تھی اور اسے اپنی ماں کی بیوقوفی پر ہنسی آتی تھی۔

"کبھی قبول ہوئی ہیں آپ کی دعائیں جو اب ہو جائیں گی؟ اماں چھوڑ دو یہ دعائیں مانگنا۔ ہماری زندگی میں کچھ نہیں بدلنے والا۔ یہ ہمیشہ ایسی ہی رہے گی۔ ویران اور جامد۔۔۔۔۔" وہ اکثر اماں سے کہتی تھی۔

"اللہ کے ایک کن کی محتاج ہے ہر چیز میری بچی۔ اس کے ایک "کن" سے کیا کیا ہو سکتا ہے یہ تو سوچ بھی نہیں سکتی۔ "کن" کی طاقت کو مت آزما۔" وہ ہمیشہ یہی جواب دیا کرتی تھیں۔

اور وہ بھی اندر ہی کہیں شاید اسی "کن" کی منتظر تھی جو اس کیلئے اور اس کی ماں کیلئے کہا جائے گا۔

\*\*\*\*\*

"بس بہت ہو گیا ابا!" مصطفیٰ قدرے جھنجھلا کر بولا تھا۔

مصطفیٰ، امام صاحب اور ان کے بڑے بھائی اس وقت مصطفیٰ کے بیڈروم میں اس کے بیڈ پر براجمان بہت اہم موضوع پر محو گفتگو تھے۔ موضوع وہی جو آج کل زیر غور تھا۔ تب ہی امام صاحب کی کسی بات کو بیچ میں کاٹ کر مصطفیٰ جھنجھلایا۔

"کیا مطلب بہت ہو گیا بر خور دار؟" امام صاحب ذرا تیز لہجہ میں گویا ہوئے۔

"میں تنگ آ گیا ہوں اس روز روز کے رشتے کے جھمیلوں سے۔ ایسے تو آپ کو کبھی کوئی بھائے گا ہی نہیں تو کیا ہم ساری زندگی یہی کرتے رہیں گے سب کام دھندے چھوڑ کر۔" وہ اب اس ساری کارروائی سے چڑسا گیا تھا جو قریباً پچھلے پندرہ دن سے اس گھر میں جاری تھی۔

"ایسے کیسے تنگ آ گئے میاں؟ بھی ہم مذہبی لوگ ہیں تو شادی مذہبی لوگوں میں ہی کریں گے نا۔ کسی ایسے ویسے سے بیاہ کر اپنی عاقبت تھوڑی خراب کرنی ہے ہمیں۔" انہوں نے بیٹے کو تفصیل سے جواب دے کر بڑے بھائی کی جانب تائیدی انداز میں دیکھا جو ابھی تک بالکل چپ بیٹھے دونوں باپ بیٹے کی گفتگو سن رہے تھے۔

"دیکھو اختر یہ تو مصطفیٰ ٹھیک کہہ رہا ہے۔ تمہیں تھوڑی چمک دکھانی ہوگی۔ بھی تمہیں تو اس لڑکی کو گھر سے نکالنا ہے نا تو بس پھر کسی بھی مناسب بندے سے شادی کروادو۔ آگے وہ جانے اور اس کا شوہر۔" لیاقت صاحب نے ان کی بجائے مصطفیٰ کی تائید کی۔

"ہاں یہی ٹھیک ہے اور اب بس جو بھی پہلا رشتہ آئے گا ہم اسے ہاں کر دیں گے پھر چاہے وہ کیسا بھی ہو۔ کوئی اندھا، لنگڑا، لولا۔۔۔ کیسا بھی۔۔۔" مصطفیٰ نے تایا کی تائید ملنے پر فیصلہ کن انداز اپنایا۔

لیاقت صاحب نے بھی اس کا کندھا تھپک کر اس کی حوصلہ افزائی کی جبکہ امام صاحب بھی بیٹے کی ناراضگی کی پرواہ کرتے چپ ہو گئے۔

Safar-e-Adab

\*\*\*\*\*

مصطفیٰ نے فیصلہ سنا دیا تھا اور یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ آج گھر کے ڈرائنگ روم میں لڑکے کی پوری فیملی براجمان تھی جسے وہ سب لوگ ہی پسندیدگی کی سند دے چکے تھے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

رشتہ مصطفیٰ کے توسط سے آیا تھا تو اس کی رضامندی تو شامل ہی تھی پھر اتفاق یہ ہوا کہ لڑکے کے والد امام سید انس رضا اختر صاحب کے شاگردی کے زمانے کے دوست نکل آئے۔ ان دونوں نے اسلامی تعلیمات ساتھ ہی حاصل کی تھیں سو اب بھی راضی ہی تھے اور باقی کسی کی رضامندی کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

\*\*\*\*\*

"بیٹا جلدی سے نقاب لو اور چلو گھر بلایا ہے تمہارے ابا نے۔" وہ آنکھیں موندے چارپائی پر لیٹی حسب معمول منفی سوچوں کے بھنور میں تھی کہ تب ہی اماں کی آواز نے اسے چونکایا۔

"جی۔۔۔" آنکھوں سے ہاتھ ہٹا کر وہ غائب دماغی سے گویا ہوئی۔

"میں کہہ رہی ہوں اٹھو اور نقاب لو تمہارے ابا نے گھر بلایا ہے۔" اسے گم صُحْم دیکھ انہوں نے اپنی بات دہرائی۔

"خیریت۔۔۔ پھر کوئی پیشی بھگتنی ہے کیا؟" جب بات سمجھ آئی تو وہ تلخ ہوئی۔

"خیریت ہی ہے۔۔۔ تمہیں کچھ لوگ دیکھنے آئے ہیں۔ تمہارے ابا کے جاننے والے ہیں۔ تمہیں بلوایا ہے تاکہ وہ لوگ بھی تم سے مل لیں۔" انہوں نے چادر اوڑھتے ہوئے عجلت میں کہا۔

"یہ تماشا آخر کب تک چلے گا اماں؟ میں ننگ آگئی ہوں۔ ایک ہی دفع مجھے قربان کر دیں۔ یہ روز روز کی باتیں مجھ سے نہیں سنی جاتیں اور جب میرا چہرہ کسی کو دکھانا ہی نہیں ہے تو مجھے بلواتے کیوں ہیں؟" وہ سخت نالاں تھی۔

"بیٹا یہ رسم ہے نبھانی تو پڑے گی۔ لڑکی کا رشتہ طے ہو رہا ہے تو کم از کم وہاں موجود تو ہو۔ ہے نا؟" انہوں نے اسے پچکارا۔

"اور میری وہاں موجودگی کا فائدہ کیا ہے؟" وہ بے دلی سے اٹھ گئی تھی۔

"تمہارے اور میرے لئے یہی کافی ہونا چاہیے کہ یہ تمہارے ابا کا حکم ہے۔" وہ افسردگی سے سرینچے جھکا گئی تھیں۔

"اماں آپ اداس تو نہ ہوں۔ اچھا چلیں میں پہنتی ہوں نقاب۔" اپنی ماں کو اداس دیکھ اس کا سارا اعتراض اور غصہ ہوا ہو گیا تھا۔

\*\*\*\*\*

وہ دونوں ماں بیٹی اس وقت نورین، شازیہ (اس کی بھابھی)، فرحین اور مہ جبین کے ہمراہ شازیہ کے کمرے میں بیٹھی تھیں۔ اس کی ماں اور اس کی سوتیلی ماں نورین نے بڑی سی چادر لی ہوئی تھی جبکہ وہ تینوں بہنیں اور بھابھی پورے نقاب میں تھیں۔ حالانکہ اس وقت یہاں نہ کوئی نامحرم موجود تھا اور نہ کوئی آسکتا تھا لیکن پھر بھی۔۔۔

اس گھر کا یہی رواج تھا۔ جب بھی کوئی مہمان گھر آتا تھا تو گھر کی ساری خواتین اسی طرح لبادہ اوڑھ کر ایک کمرے میں بند رہتی تھیں۔ انہیں ذرا بھی اجازت نہیں ہوتی تھی مہمانوں کے سامنے جانے کی یا ان سے ملنے کی۔ مہمانوں کے کھانے پینے کا سارا انتظام کر کے خواتین بس ایک جگہ بیٹھی رہتی تھیں جب تک کہ مہمان رخصت نہ ہو جاتے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

دوسری جانب گھر کے مرد ہی مہمانوں سے ملتے تھے۔ ہاں البتہ ان میں اگر خواتین ہوتیں تو وہ اسی کمرے میں آکر خواتین سے سلام دعا کر لیا کرتی تھیں۔

ایسے میں بس چند دن اسے کالج کی صورت تھوڑی سی کھلی فضا نصیب ہوئی تھی جو اس کی معمولی سی غلطی کی سبب اس سے چھن گئی تھی۔ اس گھر میں لڑکیوں کو پڑھانے کا کوئی خاص رواج نہیں تھا ہاں مگر رشتہ داروں کی دیکھا دیکھی اور تایا ابا کے سمجھانے پر ابا نے ان تینوں بہنوں کو سرکاری سکول میں پڑھایا تھا جہاں صرف لڑکیاں ہی زیر تعلیم



تھی۔ وہاں بھی سکول کی پرنسپل سے ابانے خصوصی طور سے اجازت لی تھی کہ "ان کی بیٹیاں سکول میں بھی نقاب نہیں اتاریں گی۔"

پہلے تو پرنسپل نے اعتراض کیا مگر پھر ابا کی ضد کے آگے مان گئیں کہ یہ اتنا بھی کوئی بڑا مسئلہ نہیں تھا۔ یوں ان تینوں بہنوں نے پاس کے ہی سرکاری سکول سے میٹرک پاس کیا پھر اس کی دونوں بہنوں نے تو تعلیم کو خیر باد کہہ دیا مگر اس نے ہار نہیں مانی۔ اگر سرکاری اداروں میں تعلیم حاصل کرنے کی اجازت مل گئی تھی تو اس نے انٹر کرنے کی ٹھان لی تھی۔

اس کا میٹرک کارزلٹ آیا اور وہ اچھے نمبروں سے پاس ہو گئی مگر اس کے باوجود بھی کسی اچھے ادارے میں داخلہ لینے کی بجائے اسے ابا کی وجہ سے اپنے ہی علاقہ میں بنے معمولی درجہ کے کالج میں داخلہ لینا پڑا۔ وہ اس میں بھی خوش تھی۔ اسے کالج سے لانے لے جانے کی ذمہ داری مصطفیٰ کی تھی جسے وہ بخوبی نبھاتا تھا۔ سب کچھ صحیح چل رہا تھا بس ایک غلطی، ایک چونک اور سب ختم۔۔۔۔۔

بس اس کی ایک دن کی دیرمی نے اس سے سب چھین لیا تھا اور آج وہ منتظر تھی کسی کھوٹے کی جہاں اس کے ابا اور بھائی نے اسے باندھنا تھا۔

\*\*\*\*\*

"کیا حسین اتفاق ہے کہ آج یوں اچانک ملاقات ہو گئی۔ شاگردی کے زمانہ کے بعد تو آپ یوں غائب ہوئے جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔" چائے کی پیالی لبوں سے ہٹا کر انس صاحب نے ہلکے پھلکے لہجہ میں کہا۔

"ہاں بس یو نہیں شادی ہو گئی تو گھر اور بچوں کی مصروفیات اور پھر تعلیم و تبلیغ ان سب میں موقع ہی نہیں ملا ادھر ادھر دیکھنے کا۔ آپ سنائیں کیسے مزاج ہیں؟" اختر صاحب نے تفصیلاً اپنی مصروفیات گنوائیں۔

"بس کرم ہے اللہ کا۔ اسلام آباد میں رہائش ہے۔ اپنا گھر ہے، اپنا کاروبار ہے اور پھر امامت کا مقدس فریضہ بھی اللہ نے اس گنہگار کو سونپا ہوا ہے۔ بچے بھی پڑھ لکھ گئے ہیں۔ تین بیٹے ہیں اور تینوں سو فٹ انجینئر ہیں۔ الحمد للہ۔" ان کے لہجہ میں عاجزی نمایاں تھی۔

وہ سب لوگ گھر کے لیونگ روم میں چائے اور لوازمات سے لطف اٹھاتے ہلکی پھلکی بات چیت کر رہے تھے۔ مصطفیٰ، امام صاحب، ان کے بڑے بھائی لیاقت صاحب میزبانی کے فرائض سرانجام دے رہے تھے جبکہ مہمانوں میں گھرے بھورے رنگ کا شلوار قمیض زیب تن کئے، اونچے قد و قامت کے مالک سید امام انس رضا، ان کی بیگم رخسار جونیلے رنگ کے پرنٹڈ لان کے جوڑے میں ملبوس، چہرے کے گرد اسی کا ہم رنگ نفیس ساجاب لپیٹے ہوئے تھیں۔ ان کے ساتھ ہی ان کی بہو ایمن بیٹھی تھی جس نے گلابی رنگ کا جوڑا پہنا تھا اور چہرے کے گرد اسی رنگ کا حجاب لپیٹا ہوا تھا۔ اس کی گود میں اس کی تین سالہ ننھی پری عانشہ بیٹھی ہوئی تھی جو اپنی ماں کے پرس میں لٹکتی کی چین سے کھیلنے میں مصروف تھی۔

اس کے علاوہ ان کے تینوں بیٹے بھی وہاں موجود تھے۔ اتفاقاً وہ تینوں بھی اس وقت شلوار قمیض میں ملبوس تھے۔ بڑے بیٹے نے سفید اور سب سے چھوٹے بیٹے نے آسمانی رنگ کا شلوار قمیض پہنا ہوا تھا۔

پھر تھا وہ۔۔۔ جو سنگل صوفہ پر ہاتھ میں چائے کی پیالی تھا نرم سی مسکان چہرے پر سجائے ہوئے تھا۔ اونچا قد، صاف رنگت، بھوری آنکھیں، بے داغ چہرہ، چہرے پر سچی جدید تراش خراش والی سیاہ داڑھی، پیشانی پر سجدہ کا واضح نشان جو اس کی چہرے کو پر نور بنا رہا تھا۔

وہ سیاہ شلوار قمیض میں ملبوس تھا۔ اس کا چہرہ نرمی اور متانت لئے ہوئے تھا۔ اس کے انداز سے عاجزی صاف جھلک رہی تھی۔ وہ ہر طرح سے سراپے جانے کے قابل تھا۔ کھڑے نین نقش اور اونچے قد کا ٹھ کی سبب وہ کچھ اور نمایاں لگ رہا تھا۔

امام صاحب کو لڑکے کا اس طرح آنا معیوب لگا تھا جس پر انہوں نے انس صاحب کے سامنے کھل کر اعتراض اٹھایا تھا مگر انہوں نے اس بات کو زیادہ سنگین ہونے سے قبل ہی ان کے اعتراض کو رفع دفع کر دیا تھا۔

"اللہ ہمیشہ کرم رکھے۔" انہوں نے گہری سانس خارج کی۔

"بھائی صاحب اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو ہم اپنی بہو سے ملنا چاہیں گے۔" کافی دیر سے خاموش بیٹھی رخسار صاحبہ اختر صاحب سے مخاطب ہوئیں۔

"جی بہن بالکل مل لیں۔ مصطفیٰ آنٹی کو لے کر جاؤ بیٹا۔" اختر صاحب کے جواب دینے سے قبل ہی لیاقت صاحب نے لب واکتے۔

وہ لوگ اب کسی بھی قیمت پر یہ رشتہ گنوا نا نہیں چاہتے تھے۔ اسی لئے ہر موقع پر بات سنبھال رہے تھے اور اختر صاحب کو بولنے کا موقع کم ہی دے رہے تھے۔ مبادا وہ پھر کوئی مسئلہ نہ پیدا کر دیں۔

"مطلب؟ کیا وہ یہاں نہیں آئی گی۔ اس کی والدہ بھی نہیں آئیں ابھی تک۔ میں سمجھی وہ اسی کے ہمراہ تشریف لائیں گی۔" انہوں نے اپنے شوہر اور اختر صاحب دونوں کی جانب باری باری دیکھ کچھ اچھنبے سے کہا۔

"نہیں۔۔۔ ہمارے یہاں لڑکیاں، عورتیں سب کے سامنے نہیں آتیں۔ آپ کو ملنا ہے تو آپ چلی جائیں۔" کندھے پر ڈلے رومال سے منہ پونچھ کر اب کی بار اختر صاحب نے جواب دیا تھا۔

"جاؤ بیگم پھر تم اور ایمن مل لو ساتھ عائشہ کو ملو والاؤ اس کی چچی سے۔" انس صاحب نے رسائیت سے اپنی بیگم سے کہا۔

"جی اچھا" کہہ کر وہ دونوں خواتین اٹھیں اور مصطفیٰ کی ہمراہی میں کمرے کی جانب چل دیں۔

\*\*\*\*\*

"السلام وعلیکم! کیا ہم اندر آسکتے ہیں؟" دروازے پر ہلکی سی دستک دے کر رخسار صاحبہ نے اجازت مانگی۔

"جی بالکل۔" سب ہی ان کی جانب متوجہ ہوئے تھے اور نورین نے انہیں اندر آنے کی اجازت دی تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

اجازت ملنے پر وہ دونوں خواتین ایک چھوٹی سی بچی کے ہمراہ اندر داخل ہوئیں اور ان کے نزدیک آکر بیڈ پر براجمان ہو گئیں۔

ان کے بیٹھتے ہی تعارفی مراحل طے ہوئے اور پھر وہ سب آپس میں باتیں کرنے لگیں۔ جن میں زیادہ تر باتیں وہ دونوں ساس بہو ہی کر رہی تھیں جبکہ وہ سب بس ہوں ہاں میں جواب دے رہی تھیں جو کہ ان دونوں کو کچھ عجیب لگ رہا تھا۔

پہلے ہی وہ ان سب کے اس طرح کمرے میں قید ہونے پر حیران تھیں اور یہاں آئیں تو دیکھا کہ وہ سب نقاب لئے ہوئی تھیں تو یہ بات انہیں مزید حیران و پریشان کر گئی تھی۔ انہیں اس گھر کے لوگوں کا رہن سہن اور طور طریقے کچھ عجیب ہی لگے تھے۔

"مما۔۔۔ چاچی۔۔۔" اس ننھی پری نے اپنا گول مٹول ہاتھ اس کے نقاب پر دھرتے اپنی ماں سے پوچھا تھا۔ وہ اس وقت گٹھنوں کے بل کھڑی اس کو نہار رہی تھی۔

"جی یہ چاچی ہیں۔" اس کی ماں نے مسکراتے ہوئے اس کی تائید کی تھی۔ سو وہ بھی اپنے چہرے پر معصومیت سجائے اسے دیکھ مسکرائی تھی مگر وہ اسے دیکھ جو اب مسکرا بھی نہ سکی تھی۔ ویسے بھی وہ نقاب میں تھی سو اس کی آنکھوں کے سوا کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اسے اس سب میں چنداں دلچسپی نہیں تھی۔ اسے ان سب لوگوں سے اور ان کی باتوں سے وحشت ہو رہی تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ وہ شاید یہاں سے بھاگ ہی جاتی۔

"اور بتاؤ کیا کیا بنا لیتی ہو؟" بھئی ہمارے دیور صاحب تو کھانے کے بہت شوقین ہیں۔ تمہیں کھانا بنانا آتا ہے؟" وہ لڑکی جو غالباً لڑکے کی بھابھی تھی چہک کر بولی تھی مگر اسے کوئی سی ہوئی تھی۔

"جی ماشاء اللہ سے یہ کھانا بہت لذیذ بناتی ہے۔" اس کی جانب سے اماں نے جواب دیا تھا۔

"ماشاء اللہ۔" رخسار صاحبہ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔

وہ دونوں کچھ دیر مزید اور بیٹھنے کے بعد ان سب سے الوداع لے کر چلی گئی تھیں۔ جاتے ہوئے ان دونوں کا ہی ذہن الجھا ہوا تھا جبکہ پیچھے پھر سے وہی سناٹا چھا گیا تھا۔

\*\*\*\*\*

ان کے نیچے آنے کے بعد ان لوگوں نے سب سے الوداعی ملاقات کی اور گھر سے نکل گئے۔

جو سب ان لوگوں نے یہاں دیکھا تھا اس نے یہاں کی عورتوں کی حیثیت ان کی نظروں میں واضح کر دی تھی۔

\*\*\*\*\*

"ٹھک ٹھک۔۔۔۔"

"کون ہے؟" دستک کی آواز پر انہوں نے صدا لگائی۔

"کھولو اماں میں مصطفیٰ۔" باہر سے آئی اپنے بیٹے کی آواز سن انہوں نے کچھ حیرانی کے عالم میں دروازہ کھولا۔

"آؤ بیٹا اندر آؤ۔" وہ دروازے سے ہٹ کر ایک طرف کو ہوئیں۔

"اماں لڑکے والوں نے ہاں کر دی ہے۔ ابانے انہیں کہا ہے کہ ہم سادگی سے اپنی بیٹی رخصت کریں گے اور انہیں بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اسی لئے اگلے جمعہ کو گھر میں نکاح ہو گا اور اسی دن رخصتی بس قصہ پاک۔" اس نے ان کی بات نظر انداز کر اپنی بات کہی اور جانے کیلئے مڑ گیا۔

"بیٹے۔۔" کہ تبھی پیچھے سے آئی ماں کی آواز پر پلٹا۔

وہ بنا کچھ کہے محض ان کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"بیٹا وہ میں یہ جاننا چاہ رہی تھی کہ لڑکا کیسا ہے؟ کیا کام کرتا ہے؟ کسی بد فعلی میں تو نہیں ہے نا؟" انہوں نے اپنے بیٹے کو خائف نظروں سے دیکھتے اٹک اٹک کر سوال کیا۔

"اماں شکر مناؤ کہ ان لوگوں نے ہاں کر دی ہے۔ تمہارے لئے اتنا ہی کافی ہونا چاہیے۔" اس نے تھل سے جواب دیا مگر آواز قدرے تیز تھی۔

"لیکن بیٹا وہ اکلوتی بیٹی ہے میری، بہن ہے تمہاری۔ تھوڑی بہت چھان بین تو کرنی چاہیے نا تمہیں۔ اگر لڑکا بری قماش کا نکلا تو میری بچی کی تو زندگی برباد ہو جائے گی۔" وہ گزارش کر رہی تھیں۔

"چھان بین۔؟؟ واہ اماں واہ۔ اگر اپنے دامن پر داغ ہو تو دوسروں کے میل نہیں تلاشا کرتے۔ اگر انہوں نے چھان بین کرا لی تو کیا ہو گا؟ پھر اسے کوئی بیاہنے نہیں آئے گا۔ سب کو پتہ چل جائیں گے تمہاری لاڈلی کے کر توت۔۔۔" اس کے لہجہ میں خنجر کی سی چھن تھی۔ لگ ہی نہیں رہا تھا کہ وہ اپنی بہن کے بارے میں بات کر رہا تھا۔

بھائی تو بہن کا محافظ ہوتا ہے۔ اسے زمانہ کی میلی آنکھ سے بچاتا ہے مگر یہ کیسا بھائی تھا جو اپنی ہی بہن کو داغ دار کہہ رہا تھا۔ حالانکہ وہ جانتا بھی نہیں تھا کہ اس کے دامن پر کوئی داغ ہے بھی یا نہیں۔۔۔۔۔

"کیا کر توت بیٹا؟ بتاؤ مجھے کیا کر توت؟؟؟ اس معصوم نے کیا کیا ہے؟ ایک دن کالج سے دیری ہو جانا کیا اتنا سنگین جرم ہے؟" ان کی آنکھیں ان کا چہرہ بھگور ہی تھیں۔

"کالج سے دیری کی کوئی وجہ نہ ہونا جرم ہے۔۔۔ مغرب کے بھی بعد گھر پہنچنا جرم ہے۔۔۔ بنا اطلاع کے کالج سے غائب ہونا جرم ہے۔۔۔ ہمیشہ بھائی کے ساتھ آنے جانے کے باوجود بھی کالج سے تنہا نکل کر نہ جانے کہاں چلے جانا جرم ہے۔۔۔ اور اگر وہ اتنی ہی معصوم ہے تو کہاں چلی گئی تھی سب کو بناتائے۔؟ پھر لوٹی بھی تو اتنی دیر سے۔ کالج دوپہر ایک بجے بند ہوتا ہے اور وہ رات ساڑھے سات بجے گھر لوٹی تھی۔ ساڑھے چھ گھنٹے وہ کہاں تھی؟؟ جبکہ میں نے اسے ہر جگہ چھان مارا تھا۔" اس نے طویل فہرست گنوا کر اپنی ماں کو لا جواب کر دیا تھا اور اس کی ماں کے پاس ان باتوں کا کوئی جواب نہیں تھا کیونکہ اس دن کیا ہوا یہ تو وہ بھی نہیں جانتی تھیں۔ ہاں مگر ان کا دل کہہ رہا تھا کہ ان کی بیٹی کچھ غلط نہیں کر سکتی۔ وہ معصوم اور بے داغ ہے اور اس پر ظلم کیا جا رہا ہے مگر وہ کہہ کچھ نہیں سکتی تھیں۔ انہوں نے تو آج تک اپنے لئے آواز نہیں اٹھائی تھی تو اپنی بیٹی کیلئے کیا لڑتیں۔

اپنے بیٹے کے سامنے التجا کی بھی تو اس نے مسترد کر دی۔ اب کوئی چارہ نہیں تھا سوائے دعا کے۔۔۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اسی لئے اماں بس اسے بیاہنے کی تیاری کرو۔ وہ یہاں سے چلی جائے گی تو مجھے سکون کی نیند میسر ہوگی۔" اپنی بات مکمل کروہ تن فن کرتا چلا گیا تھا۔

"اے میرے مالک۔۔۔ میری بچی کے نصیب جگادے۔ میری بچی کو اس کنویں سے نکال کر کسی کھائی میں نہ گرنے دینا۔" پیچھے ان کے لبوں پر بس یہی کلمات جاری تھے۔

\*\*\*\*\*



اس کا رشتہ طے ہو گیا تھا۔ مطلب اس کیلئے کچر اذان کا انتخاب کر لیا گیا تھا۔

اماں ابھی بھی بتا کر گئی تھیں کہ لڑکے والوں نے ہاں کر دی ہے اور اگلے جمعہ اس کا نکاح ہے۔

اس کے سارے خواب ایک چھناکے سے ٹوٹ گئے تھے۔ وہ پڑھنا چاہتی تھی۔ وہ اپنی ماں کو بہتر زندگی دینا چاہتی تھی۔ وہ انہیں ابا کے مظالم سے چھٹکارا دلانا چاہتی تھی۔ اپنی اور اماں کی زندگی بہتر بنانا چاہتی تھی اور اب اسے اپنی اماں کو ان لوگوں کے رحم و کرم پر چھوڑنا ہو گا، اس بات کیلئے اس کا دل بالکل راضی نہیں ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھیں لبالب نمکین پانیوں سے بھری ہوئی تھیں۔ وہ رو رہی تھی۔ بے تحاشا رو رہی تھی۔

Safar-e-Adab

"اللہ اکبر"

"اللہ اکبر"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

علاقہ کی مسجد سے عصر کی اذانیں بلند ہو رہی تھیں۔ روتے روتے اس کا دیہان اذان کی جانب گیا۔ اس کے رونے میں مزید روانی آگئی تھی۔ اس نے آواز ان سنی کر دی۔

"حی علی الفلاح"

"حی علی الفلاح"

اس کا رب اسے کامیابی کی طرف بلا رہا تھا اور وہ کشمکش میں تھی۔

اذان اب ختم ہو چکی تھی اور وہ اوندھے منہ چارپائی پر گر گئی تھی۔

آنسو ابھی بھی آنکھوں سے بھل بھل بہہ رہے تھے۔ اذیت سی اذیت تھی جو رگ و پے میں اتر رہی تھی۔ سب کچھ ختم ہو گیا تھا۔ اس کی ایک غلطی کی وجہ سے۔۔۔۔

اس دن اس نے کیا سوچا تھا اور کیا ہو گیا تھا۔ وہ تو اپنی ماں کو بہتر زندگی دینے کیلئے آگے بڑھی تھی مگر وہ اس بات سے انجان تھی کہ اس نے غلط راستے کا انتخاب کیا تھا۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ اسے یہ کڑوا گھونٹ پینا ہی تھا۔

"بیٹا نماز پڑھ لو۔ وقت تنگ ہو رہا ہے۔" اس کی اجڑی حالت سے نظریں چراتی وہ اس کے قریب آ بیٹھیں۔

دوپٹہ حجاب کی طرح لپٹا ہوا تھا۔ غالباً وہ بھی ابھی ہی نماز سے فارغ ہوئی تھیں۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میرا دل نہیں چاہ رہا اماں، مغرب میں قضا پڑھ لوں گی۔" اس نے یونہی اوندھے پڑے کہا۔

"نہیں میری بچی۔ ادا کو قضا نہیں کرتے۔" انہوں نے اس کے بھورے بال سہلائے جو اس کی پشت پر بکھرے ہوئے تھے۔

وہ بنا کوئی جواب دیے بے دلی سے اٹھی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

اماں اس پر نظریں ٹکائیں اسے جاتا دیکھتی رہیں۔

\*\*\*\*\*

زوبیہ کے اصرار اور اماں پر بڑھتے روز بروز کے مظالم دیکھ اس نے بڑی مشکل سے یہ فیصلہ کیا تھا اور یہ اس فیصلہ کا نتیجہ تھا کہ وہ آج یہاں اس سٹوڈیو کے ڈریسنگ روم میں موجود تھی جہاں ایک سوپ کمرشل کیلئے آڈیشن لئے جارہے تھے۔

میک اپ آرٹسٹ اس کا میک اپ اور اور ہئیر سٹائل مکمل کر کے جاچکا تھا۔ اس کا لباس سامنے ہی صوفہ پر پڑا تھا۔ وہ تاحال منحصرہ میں تھی۔

Safar-e-Adab

وہ چند قدم چل کر صوفہ کے نزدیک آئی اور لباس ہاتھوں میں اٹھایا۔

یہ ایک سرخ رنگ کا لباس تھا جو کافی چست اور چھوٹا تھا۔ گلا خاصا گہرا تھا جبکہ آستین اور کندھے سے کپڑا غائب تھا۔ اس نے پہلی بار ایسا عجیب و غریب لباس دیکھا تھا جو کسی بھی لحاظ سے جسم ڈھانپنے کے قابل نہ تھا۔

ہاتھوں میں لباس تھامے اس کا دل عجیب سا ہورہا تھا۔ پہلے ہی اس کے چہرے پر اتنا گہرا میک اپ کیا گیا تھا کہ اس کے چہرے کے خدو خال ہی بدل گئے تھے اور اب یہ لباس ---

لیکن اسے پہننے کے سوا کوئی چارہ بھی تو نہیں تھا سو نہ چاہتے ہوئے بھی بس اماں کی خاطر اس نے وہ لباس زیب تن کیا اور پوری طرح تیار ہو گئی۔

کچھ ہی دیر میں اس کا بلاوا آنے والا تھا مگر اس کی تو حالت ہی عجیب ہو رہی تھی۔ اس نے تو اماں اور اپنے بہتر مستقبل کیلئے زوبیہ کی بات مانی تھی مگر اب اسے لگ رہا تھا کہ شاید اس نے اس کی بات مان کر بڑی سنگین غلطی کر دی تھی۔

\*\*\*\*\*

اس کی پیشانی شرم کے مارے عرق آلود ہو رہی تھی۔ ہتھیلیاں بھی گھبراہٹ کے مارے بھیگ گئی تھیں۔ اس کا جسم ہولے ہولے لرز رہا تھا۔ اس کا دل زوروں سے دھڑک رہا تھا جبکہ دماغ بہت سی سوچوں میں گھرا انتشار کا شکار تھا۔ خوف، پریشانی، گھبراہٹ یا شرم نہ جانے کس وجہ سے پر اس کے رونگٹے کھڑے ہوئے تھے۔ جب سے اس نے یہ لباس پہنا تھا اس کی یہی کیفیت تھی۔

وہ ایک باپردہ لڑکی تھی۔ اس نے کبھی ایسا لباس دیکھ تک نہیں تھا کجا کہ پہننا۔ اس کا دم گھٹ رہا تھا۔ وہ کسی بھی قیمت پر یہ نہیں کر سکتی تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میں یوں بے ہودہ لباس پہن کر اپنی ہی نظروں میں گرنے کے بعد کمائے ہوئے پیسوں سے اماں کو کیا ہی بہتر زندگی دے سکوں گی؟ میں نے اگر آج یہ کر لیا تو شاید کبھی اماں سے نظریں بھی نہ ملا پاؤں۔ نہیں مجھے یہ سب نہیں کرنا۔ میں یہ نہیں کر پاؤں گی۔" نفی میں گردن کو ہولے ہولے ہلاتی وہ گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔

"میں زوبیہ سے بات کروں؟" پھر ایک خیال آیا۔

"نہیں۔۔۔ وہ مجھے نہیں جانے دے گی۔ وہ پھر مجھے بہلا پھسلا کے منالے گی۔" ساتھ ہی اسے مسترد کر دیا۔

پھر اس نے وہ کپڑے تبدیل کئے، اپنے چہرے سے میک اپ دھویا اور اپنا سیاہ عبایا اوڑھ کر چہرے کو نقاب سے ڈھانپ کر اپنا بیگ کندھے پر لٹکا کر وہ ڈریسنگ روم میں بنے چھوٹے سے دروازے سے باہر نکل گئی جو اس عمارت کا چور دروازہ تھا اور عمارت سے سیدھا باہر کو جاتا تھا۔

باہر آکر اس نے ایک گہری سانس خارج کی اور پھر تیزی سے گلی عبور کر گئی۔

\*\*\*\*\*

دو دن بعد اس کا نکاح تھا مگر گھر کے ماحول سے ایسا لگ ہی نہیں رہا تھا کہ یہاں شادی ہو رہی ہے۔ گھر کے معمولات ویسے ہی تھے جیسے پہلے ہوا کرتے تھے۔ اس کی ماں اور اسے ابھی بھی گھر میں جانے کی اجازت نہیں تھی۔ وہ لوگ ابھی بھی اسی سرونٹ کو ارٹڑ میں ہی پڑے ہوئے تھے اور کسی کو کوئی فکر نہیں تھی۔ اس کا حلیہ ہنوز ویسا ہی تھا۔ ہاں بس جیسے جیسے شادی کا دن قریب آ رہا تھا اس کی افسردگی بڑھتی جا رہی تھی۔ اس کے چلے جانے کے بعد اس کی ماں کی تنہائی کا احساس اسے ستا رہا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

اللہ کر کے شادی کا دن آن پہنچا۔ جمعہ کی نماز کے بعد نکاح تھا۔ کوئی تیاری تو اسے کرنی نہیں تھی اور نہ ہی کسی اور کو اس کی تیاری کی کوئی فکر تھی سوائے اس کی ماں کے۔

"یہ لوبیٹا اور جلدی سے تیار ہو جاؤ۔" اس کی ماں ہاتھ میں سرخ رنگ کا شلو اور قمیض جس پر سنہرے رنگ کا گونا گونا کناری کا کام ہوا تھا لئے اس کے پاس آئی۔

یہ اس کی ماں کا جوڑا تھا جو اس نے اپنی شادی پر پہنا تھا۔

"اماں۔۔۔" وہ بنا کچھ کہے ان کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

اس کا دل آج بہت بھاری ہو رہا تھا۔ اس کی ماں بھی اسے خود سے لگائے بے آواز آنسو بہا رہی تھی۔

وہ دونوں ماں بیٹی بنا کچھ کہے ایک دوسرے کے گلے لگے کافی دیر تک روتی رہیں۔ ان دونوں کے ہی پاس کہنے کو کچھ نہیں تھا۔

\*\*\*\*\*

"سید امان رضا ولد سید انس رضا آپ نے باعوض حق مہر پانچ لاکھ روپے سکھ رائج الوقت کے مہابیہ خان بنت امام اختر خان کو اپنی زوجیت میں قبول کیا؟" سید انس رضا صاحب نے اپنے صاحبزادہ کی جانب دیکھ خوش کن لہجہ میں پوچھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

امام انس رضا کی پوری فیملی اس وقت ڈرامینگ روم میں براجمان تھی اور میزبانی کے فرائض حسب سابق امام اختر خان، مصطفیٰ اور لیاقت خان سرانجام دے رہے تھے اور گھر کی خواتین بھی پہلے ہی کی طرح مصطفیٰ کے کمرے میں موجود تھیں۔ ابھی امام انس رضا صاحب نے اپنے بیٹے امان کے نزدیک بیٹھ کر ایجاب و قبول کا مرحلہ شروع کیا تھا۔

"جی قبول کیا۔" امان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ وہ سیاہ شیر وانی میں ملبوس تھا جو اس کی شفاف رنگت پر بہت بچ رہی تھی۔ شیر وانی پر سرخ رنگ کے دھاگے کا کام ہوا تھا جو کافی سادہ اور پروقار لگ رہا تھا۔ شیر وانی گھٹنے سے ذرا اونچی تھی اور اس کے ساتھ سرخ رنگ کی گھیر دار شلواری زیب تن کئے وہ بہت خوب رو لگ رہا تھا۔

لڑکے کی جانب سے ایجاب و قبول کے مراحل طے ہونے کے بعد انہوں نے نکاح نامہ اس کے آگے کیا جس پر اس نے اپنے دستخط کر مہابیہ کو اپنی زوجیت میں لے لیا۔

سب نے ہی لڑکے کو مبارک سلامت سے نوازا۔ امان نے بھی خوشدلی سے سب سے بغلگیر ہوتے ہوئے مبارک سمیٹی۔ اب لڑکی سے ایجاب و قبول کروانے کی باری تھی۔ اس کام کیلئے مصطفیٰ نکاح نامہ لے کر اپنے کمرے کی جانب بڑھاتا کہ یہ رشتہ مکمل ہو سکے۔

\*\*\*\*\*

"مہابیہ خان بنت امام اختر خان آپ کو باعوض حق مہر پانچ لاکھ روپے سکھ رائج الوقت کے سید امان رضا ولد سید انس رضا کے ساتھ نکاح قبول ہے؟" مصطفیٰ نے مہابیہ کے نزدیک کھڑے ہو کر پوچھا۔

یہاں گھر کی ساری خواتین بیٹھی ہوئی تھیں۔ مہابیہ اپنی ماں کے دیئے سرخ جوڑے میں ملبوس تھی اور چہرے کو سیاہ رنگ کے نقاب سے ڈھانپا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس کی ماں لان کے سادہ سے جوڑے میں بڑی سی چادر لئے بیٹھی تھی۔ باقی خواتین بھی اسی طرح سادہ سے لباس میں بیٹھی تھیں سوائے تائی اماں کے۔ وہ اس وقت چکن کاری کے جامنی رنگ کا قیمتی لباس زیب تن کئے سب میں نمایاں لگ رہی تھیں۔ سلیقہ سے سر پر اسی کا ہم رنگ دوپٹہ اوڑھے وہ ایک شان سے بیٹھی تھیں۔

اس کی زبان بالکل بند تھی جبکہ دل بے تحاشہ دھڑک رہا تھا۔

"اب کیا ہوگا؟ کیا اسے ہاں کرنی چاہیے؟ کیا یہ فیصلہ صحیح ہوگا؟ کیا اس کی قسمت بدل جائے گی یا وہ کنوئیں سے نکل کر کھائی میں گرنے والی تھی؟ کیا۔۔۔۔۔؟"

"بیٹا جواب دو۔" اس سے قبل کہ وہ سوچوں میں دور نکل جاتی اس کی ماں نے اسے ہلایا۔

"جی قبول ہے۔" سوچوں کے بھنور سے باہر آ کر وہ ٹرانس کی سی کیفیت میں بولی تھی اور اپنے تمام حقوق سید امان رضا کو سوئپ چکی تھی لیکن قسمت۔۔۔ کیا اس کی قسمت مختلف ہونے والی تھی یا ابھی بھی سب ویسا ہی رہنے والا تھا۔۔۔ یا اس بھی کچھ بدتر۔۔۔۔۔۔

مصطفیٰ اس سے جواب لے کر بنا اس کے سر پر ہاتھ رکھے کمرے سے باہر نکل گیا۔ پیچھے بیٹھی خواتین نے اسے گلے لگا کر مبارکباد دی۔ وہ ایک کے بعد ایک سب سے مل کر پھر اسی پوزیشن میں بیٹھ گئی تھی۔

\*\*\*\*\*

BEING THE STRING OF YOUR KITE

نکاح کی رسم ادا ہونے کے بعد مہمانوں کیلئے کھانا لگا دیا گیا تھا اور کھانے کے بعد رخصتی تھی۔ سب مہمان ڈرائیونگ روم میں بیٹھے کھانا کھانے میں مشغول تھے۔ گھر کی عورتیں ابھی بھی وہیں کمرے میں بیٹھی تھیں جبکہ مہابیہ اور اس کی ماں سرونٹ کو اڑ چلے گئے تھے تاکہ مہابیہ عبا یا وغیرہ پہن کر تیار ہو سکے۔

"بیٹی یہاں ایسے کیوں کھڑی ہو؟ چلو کچھ کھا لو اور پھر برقع پہن لو۔ رخصتی کا وقت بس ہونے ہی والا ہے۔" اس کی ماں اس کے نزدیک آ کر بولی تھی۔ وہ آنگن میں یونہی گم صُم کھڑی آسمان کو دیکھ رہی تھی۔



"اماں۔۔۔" اس کی نظریں آسمان میں اڑتے آزاد پرندوں پر ٹکی تھیں جبکہ سوچیں قید تھیں۔

"ہاں بولو میری جان۔" اس کی ماں کا دل بھاری ہو رہا تھا۔ اکلوتی بیٹی کو خود سے اتنی دور بھیجنے کا خیال ہی روح جھلسا رہا تھا مگر وہ بڑی ہمت سے کام لے رہی تھیں کیونکہ وہ مہابیہ کو مزید اداس نہیں کرنا چاہتی تھیں۔

"مجھے ڈر لگ رہا ہے۔۔۔" وہ بے آواز رو رہی تھی۔ اس کے آنسو متواتر گرتے اس کا چہرہ بھگور رہے تھے۔

"نہ میری بچی۔۔۔ ڈرو نہیں۔ اللہ ہے نا، اس سے مدد مانگو۔ وہ سب ٹھیک کر دے گا۔" اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے وہ بھی اب رونے لگی تھیں پر ساتھ اس کی ہمت بھی بندھا رہی تھیں۔

"کیا مدد مانگوں اماں۔۔۔؟ مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ مجھے پتہ ہے مجھے کبھی کچھ نہیں ملے گا۔" وہ کرب کی انتہاؤں پر تھی اور بالکل مایوس تھی۔

وہ اپنے رب کی رحمت سے مایوس تھی۔ اگر وہ جان لیتی کہ اس کے رب کی رحمت کس قدر وسیع ہے تو یقیناً اس کا دل اس پاک ذات کی رحمت اور محبت کی تاب نہ لا پاتا۔

"ایسے نہیں بولتے بیٹا۔ آج تم اپنی نئی زندگی کی شروعات کرنے جا رہی ہو تو میری ایک بات پلو سے باندھ لو۔ زندگی میں چاہے جیسے بھی حالات کیوں نہ ہو جائیں، اللہ کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہونا اور اس سے مانگنا کبھی نہ چھوڑنا۔" انہوں نے اس خاص موقع پر اپنی بیٹی کو بہت خاص نصیحت کی تھی جو نہ جانے اسے سمجھ آئی بھی تھی یا نہیں مگر اس نے اثبات میں گردن ہلا دی تھی۔

"اب جلدی کرو۔ پہلے کچھ کھا لو اور پھر جانے کی تیاری پکڑو۔" اس کی ماں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا سے وہ بات کہی جس کیلئے اس کا دل مان ہی نہیں رہا تھا۔

"چلو۔۔۔" کہنے کے ساتھ وہ اس کو تھام کر اپنے ہمراہ لئے کمرے کی جانب بڑھ گئیں۔

\*\*\*\*\*

"اماں وہ لوگ کھانا کھا کر فارغ ہو چکے ہیں اور اب رخصتی مانگ رہے ہیں۔ مہابیہ کو برقع پہنا کر جلدی سے لے آؤ۔" کمرے کے دروازے پر زوردار دستک دے کر مصطفیٰ نے حکم سنایا اور چلا گیا۔

وہ دونوں ماں بیٹی ابھی کھانا کھا کر فارغ ہی ہوئی تھیں اور کیا ہی کھانا دو چار لقمے ہی زہر مار کئے تھے۔ مصطفیٰ کی بات سن ان دونوں ماں بیٹی نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر اماں ہی اپنی جگہ سے اٹھیں اور اس کیلئے عبا یا لے کر آئیں۔

اتنی دیر میں وہ بھی کھڑی ہو گئی تھی۔

"یہ لو۔" انہوں نے عبا یا اس کی جانب بڑھایا جسے اس نے کانپتے ہاتھوں سے تھاما اور پہننے لگی۔

اماں اپنے آنسو ضبط کئے اس کا خوبصورت چہرہ نہار رہی تھیں۔ وہ ہو بہو ان کے جیسی دکھتی تھی۔ گوری رنگت، کھڑا نقشہ، بھوری آنکھیں، وہ بالکل ان کے جیسی تھی۔

عبایا پہن کر اس نے چہرہ نقاب سے ڈھانپا اور جانے کیلئے تیار ہو گئی۔ سامان تو اسے کچھ لینا نہیں تھا سو وہ بالکل خالی ہاتھ تھی۔

عبایا پہن کر وہ اماں کے گلے لگ گئی۔ وہ بے آواز رو رہی تھی۔ اماں بھی اسے ساتھ لگائے آنسو بہا رہی تھیں۔ باقی کسی کو تو اس کے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق پڑتا نہیں تھا مگر اماں۔۔۔۔ یہی سوچ اس کے دماغ کو لرزا رہی تھی۔

"اب جب ابا اماں کو ماریں گے تو انہیں کون بچائے گا؟ کون ان کو سہارا دے کر چارپائی پر لٹائے گا؟ کون ان کے زخموں پر مرہم لگائے گا؟ کون ان کی سسکیاں سنے گا؟ کون ان کی تنہائی بانٹے گا؟" آہ اس کی سوچیں پھر منتشر ہوئی تھیں اور آنکھیں شدت سے بہنے لگی تھیں۔

"بس بیٹا۔۔۔ چپ ہو جاؤ۔ بس چلو اب۔۔۔۔" بالآخر اماں نے ہی ہمت کر اسے خود سے الگ کیا۔

"اپنا خیال رکھنا اماں۔" اس نے ان سے الگ ہو کر بھرائی آواز میں کہا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تم بھی اپنا خیال رکھنا بیٹا۔ اللہ تمہیں خوش رکھے، تمہارے نصیب تمہاری ماں سے جدا ہوں۔ آمین۔" انہوں نے بھیگی آواز میں اسے دعا دی اور پھر اسے لے کر گھر کی جانب چل دیں۔

\*\*\*\*\*

اس سے قبل کہ وہ لوگ کو ارٹرسے نکلتیں مصطفیٰ کو ارٹرسے دروازے پر آیا۔

"اماں وہ لوگ تیار کھڑے ہیں۔ ابا نے انہیں گاڑی میں بیٹھنے کا کہا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ مہابیہ کو لے کر آؤں۔" مصطفیٰ نے دروازے پر انہیں روک کر عجلت میں کہا۔

انہوں نے ذرا سا جھانکا تو انہیں لڑکے والے باہر ہی کھڑے نظر آئے۔ ان کے سامنے جانے کی تو انہیں اجازت نہیں تھی سو اسی لئے انہوں نے بیٹی کو وہیں سے الوداع کیا۔

"جاؤ بیٹی۔ آ بار ہو۔ اللہ کی امان میں۔" انہوں نے اس کا ماتھا چوم کر اسے راستہ دیا۔

وہ بھی آخری بار ان کے گلے لگی پھر مصطفیٰ کی ہمراہی میں چلتی کوارٹر کا دروازہ پار کر گئی۔

جاتے جاتے اس نے پلٹ کر اماں کو دیکھ ہاتھ ہلایا۔ اماں نے بھی مسکراتے ہوئے اسے دیکھ ہاتھ ہلایا۔ یوں وہ اپنی ماں کی ڈھیروں دعائیں، ابا کی سنگدلی اور بھائی کی بے اعتباری سنگ لئے اس گھر سے ہمیشہ کیلئے رخصت ہو گئی۔

وہ یہ اچھی طرح جانتی تھی کہ چاہے کچھ بھی ہو وہ اب دوبارہ کبھی یہاں نہیں آ سکے گی۔ اسے اس گھر سے رخصت نہیں کیا گیا تھا بلکہ اس گھر سے اور اپنی ماں کی زندگی سے بے دخل کر دیا گیا تھا۔

\*\*\*\*\*

تین گاڑیاں برق رفتاری سے اسلام آباد کی جانب رواں دواں تھیں۔ انہی گاڑیوں میں ایک گاڑی میں مہابیہ اور امان سوار تھے۔ گاڑی امان خود ہی ڈرائیو کر رہا تھا اور مہابیہ اس کے ساتھ والی سیٹ پر براجمان تھی۔ ان دونوں کے بچے میں امان کے بڑے بھائی اسفر کی بیٹی شرار تیں کر رہی تھی۔

وہ اپنی ماں سے ضد کر کے ان کی گاڑی میں بیٹھی تھی کہ اسے چاچا چاچی کے ساتھ بیٹھنا تھا سو وہ ان دونوں کے بیچ میں مزے سے بیٹھی تھی۔

ان دونوں کے درمیان بالکل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ ہاں البتہ اماں گاڑی ڈرائیو کرتے بیچ بیچ میں اس چھوٹی سی گڑیا کی باتوں کا جواب دے رہا تھا اور مہابیہ گاڑی کی کھڑکی سے نظر آتے تیزی سے گزرتے مناظر پر نظریں ٹکائے اپنی اماں کی فکر میں ڈوبی ہوئی تھی۔

\*\*\*\*\*

گاڑی لوہے کے ایک بھاری دروازے کے سامنے رکی۔ گاڑی کا دروازہ ایک جھٹکے سے کھول اس نے اس کو بازو سے دبوچ کر باہر گھسیٹا۔ وہ اسے حیران نظروں سے دیکھ چیخ کر رہ گئی۔ اس کی آنکھیں اس کے ہاتھ کے بڑھتے دباؤ سے سرخ ہو رہی تھیں مگر اسے اس بات کی ذرا پرواہ نہیں تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ اسے یونہی دبوچے گھر کا دروازہ کھول اندر داخل ہوا اور اپنے کمرے کی جانب جانے والی سیڑھیاں تیزی سے چڑھنے لگا۔ پیچھے وہ روتی سسکتی اس کے پیچھے گھسٹ رہی تھی۔

کمرے کے نزدیک پہنچ کر اس نے دروازہ کھولا اور اسے لا کر بیڈ پر پٹنچ دیا جبکہ خود اسے نفرت سے گھورتا اس کے سر پر کھڑا تھا۔

"کیا ہوا آپ کو؟ آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں میرے ساتھ؟" وہ بمشکل سسکیاں روکتی بھاری آواز میں بولی۔

"چپ۔۔۔ بے حیا عورت۔۔۔ میرے سامنے زیادہ بھولی مت بن۔ میں سب کر توت جانتا ہوں تیرے اور اب سے ساری زندگی میرے سامنے زبان نہ کھولنا۔ تیرے بھائی نے تجھے بیچ دیا ہے۔ سودا کیا ہے تیرا۔ سمجھی۔۔۔" وہ اس پر پھنکارتا اسے وہیں پھینک کرے گا دروازہ زوردار دھاڑ سے بند کر باہر نکل گیا۔

جبکہ اس کی بات سن اس کی سماعت مفلوج ہو کر رہ گئی تھی۔

اس کے جانے کے بعد وہ یونہی بیٹھی آنسو بہا رہی تھی۔ آنسوؤں کی باڑ تھی کہ تھمنے کا نام ہی نہ لے رہی تھی۔ زندگی پہلے بھی کوئی گلزار نہ تھی اور اب اس کے بھائی نے اس کے ساتھ یہ دھوکہ کر کے اسے ہمیشہ کیلئے خاردار راستوں پر پھینک دیا تھا۔ جہاں سے واپسی کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ اسے اب یہیں رہنا تھا اور یہ سب چپ چاپ سہنا تھا کہ واپسی کے سارے راستے مسدود تھے۔

Safar-e-Adab

\*\*\*\*\*

BEING THE STRING OF YOUR KITE

زندگی کا کام ہے گزرنا سو وہ گزر رہی تھی۔ اس نے بھی صبر کی چادر اوڑھ، خاموشی کا قفل منہ پر سجائے اپنی زندگی کی گاڑی کو گھسیٹنا شروع کر دیا تھا۔

بنا کسی سے کچھ بولے وہ چپ چاپ سب کی خدمت کرتی اپنے دن اور رات کاٹ رہی تھی۔ یوں لگتا تھا کہ وہ تو جیسے اس گھر کا فرد ہی نہ ہو۔ سب اسے یوں نظر انداز کرتے تھے جیسے اس کا کوئی وجود ہی نہ ہو۔

اس کا شوہر اس سے ذرا محبت نہیں کرتا تھا۔ محبت تو دور کی بات اسے تو اس پر ترس بھی نہیں آتا تھا۔ روز روز مار پیٹ، طنز و طعن۔۔۔ وہ کوئی موقع جانے نہیں دیتا تھا اس کی ذات کی تذلیل کرنے کا۔ اس نے تو پہلے دن ہی اسے اس کی اوقات بتادی تھی۔ وہ اسے بیوی سمجھتا ہی کب تھا؟ وہ تو محض اس کی غلام تھی اور غلاموں کے ساتھ تو جیسا مرضی چاہے سلوک روار کھا جاسکتا تھا۔

دوسری طرف اس کی جیٹھانی تھی جو اس سے منہ بنائے رہتی تھی۔ ہر چھوٹی سے چھوٹی بات پر اسے کھری کھوٹی سناتی تھی۔ اس کی شادی کے بعد سے اس نے گھر کا ہر کام کاج چھوڑ دیا تھا اور شادی کے اگلے ہی دن سے وہی پورا گھر سنبھالے ہوئے تھی۔

ساس سسر اس کی شادی کے چند ماہ بعد ہی یکے بعد دیگرے دنیا سے رخصت ہو گئے تھے سو جیٹھانی اس پر اور زیادہ رعب جماتی تھی۔ ویسے بھی ان کا ہونا نہ ہونا برابر جیسا ہی تھا کیونکہ شوہر کے مظالم سے تو وہ بھی اسے کبھی نہیں بچا سکے تھے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

\*\*\*\*\*

رات کا کھانا کھا کر سب اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے تھے اور پیچھے وہ سارے برتن سمیٹتی انہیں دھونے کی غرض سے کچن میں چلی آئی تھی۔

ایک گھنٹہ لگا کر اس نے کچن کا سارا کام مکمل کیا۔ پورا کچن چمچا رہا تھا جو کہ اس کی محنت کا منہ بولتا ثبوت تھا مگر یہاں کسی کو اس کی محنت دکھتی ہی کہاں تھی۔۔۔

وہ کچن صاف کر ہاتھوں کو خشک کرتی اپنے آنسوؤں کا گلا گھونٹ کر اپنے کمرے میں داخل ہوئی۔ نیند اتنی شدید تھی کہ آنکھیں بند ہوئے جا رہی تھیں۔ صبح سے یہ وقت ہو گیا تھا کام میں لگے سو نیند تو آنی ہی تھی۔

تھکن اور نیند سے ایسا برا حال تھا کہ کچھ بھائی نہ دے رہا تھا سوار دگر دسے بے نیاز وہ بیڈ پر لیٹ گئی۔ لیٹتے ہی اس کی آنکھ لگ گئی۔

آنکھ لگے ابھی بمشکل پانچ منٹ ہی گزرے تھے کہ تبھی اس کے بالوں پر کھنچاؤ سا محسوس ہوا اور وہ بیڈ سے نیچے گر پڑی۔

اس اچانک افتاد پر اس نے آنکھیں کھولیں تو سامنے اپنے شوہر کو اپنی جانب غصیلی نظروں سے دیکھتا پایا۔

"تیری مجال کیسے ہوئی بستر پر سونے کی؟ اپنی اوقات بھول گئی؟ تو غلام ہے تو غلاموں کی طرح زندگی گزار۔" وہ لفظ لفظ چبا کر بولتا اسے اس کی اوقات بتا گیا تھا جو اسے پہلے دن سے ہی اچھی طرح معلوم تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"وہ میں۔۔۔۔۔" اس سے قبل کہ وہ اپنی صفائی میں کچھ کہہ پاتی ایک زناٹے دار تھپڑا سے منہ کے بل گرا گیا تھا۔

"ایک لفظ نہیں۔۔۔۔۔ چل پیر دبا میرے۔۔۔" وہ اسے حکم صادر کر خود بیڈ پر لیٹ گیا جبکہ وہ اپنی ذات کے پر نیچے سمیٹ کر خشک ویران آنکھیں لئے بیڈ پر اس کے قدموں میں بیٹھ کر اس کے پیر دبانے لگی۔

اس سے اتنی بڑی غلطی کیسے سرزد ہوئی۔۔۔؟ اسے افسوس ہو رہا تھا۔ اسے اچھی طرح پتہ تھا کہ اس کا ٹھکانہ فرش ہے پھر پتہ نہیں اتنی کیا تھکن سوار کر لی خود پر کہ اپنی اوقات تک بھلا دی۔۔۔۔۔



پہلے دن سے ہی اس کا بیڈ پر سونا منع تھا۔ ہاں بس اپنے شوہر کے ذاتی کاموں کیلئے اس کو بستر پر لیٹنے بیٹھنے کی اجازت تھی کہ اس کا شان و شوکت والا، صوم و صلوة کا پابند عبادت گزار شوہر تھوڑی فرش پر قدم رنجہ کرے گا۔

\*\*\*\*\*

وہ تیزی سے دیگچی میں ہاتھ چلاتی سالن بھون رہی تھی۔ دوپہر کے کھانے کا وقت ہونے والا تھا۔ اسی لئے وہ کافی جلدی میں تھی کیونکہ اس گھر میں ٹھیک ایک بجے کھانا کھانے کا رواج تھا اور اگر کھانا وقت پر تیار نہ ملے تو پھر اسے ہی سب کے عتاب کا نشانہ بننا پڑتا تھا۔ اسی سبب وہ کافی تیزی سے ہاتھ چلاتی سب کام نبٹا رہی تھی۔

"تھوڑا تیز ہاتھ چلا لو بی۔ کیا آج سب کو بھوکا مارنے کا ارادہ ہے۔" وہ تیزی سے ہاتھ چلا رہی تھی کہ تبھی اس کے عین عقب سے بھابھی کی چنگاڑتی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

"جی بھابھی۔۔ کھانا بس بننے ہی والا ہے۔" بھابھی کی آواز کو برداشت کر وہ مسلسل کام میں مصروف دھیرے سے بولی تھی۔

آج صبح سے ہی اس کی طبیعت کچھ خراب ہو رہی تھی۔ اسی لئے وہ کچن میں بھی دیر سے آئی تھی اور اسی کا نتیجہ تھا کہ اسے کافی تیزی سے کام کرنا پڑ رہا تھا مگر اس کی ہمت ہولے ہولے جواب دے رہی تھی۔ اس کا سر بھاری ہو رہا تھا۔

سالن میں چچ چلاتے وہ اپنے شوہر کے غصہ کا سوچتی اندر ہی اندر کانپ رہی تھی۔ سوچتے سوچتے اس کی آنکھیں بند ہونے لگی تھیں۔ بالآخر اس کا تیزی سے چلتا ہاتھ پہلے ہلکا ہوا اور پھر ڈھلک گیا۔ وہ ہوش سے بیگانی ہو کر فرش پر گر پڑی تھی۔

"ارے کوئی دیکھو بھی انہیں آکر۔۔۔ کیا ہو گیا پتہ نہیں۔۔۔" پیچھے کھڑی بھابھی اس کے گرنے پر بیزاریت بھرے لہجہ میں زور سے چلائی تھیں۔

\*\*\*\*\*

"آپ کی بیوی امید سے ہے۔" ڈاکٹر نے اسے چیک کر اس کے شوہر کو خوشی کی خبر سنائی تھی۔

اسے اپنی بیوی میں تو کئی دلچسپی نہیں تھی مگر اپنی اولاد کی خبر سن وہ واقعتاً بہت خوش ہوا تھا۔ اس کے بڑے بھائی نے بھی اسے مبارک دی تھی۔ البتہ بھابھی اس خبر کو سن کر جل بھن گئی تھیں۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

\*\*\*\*\*

جس دن سے اسے ماں بننے کی نوید ملی تھی اس دن سے اس کے شوہر کا رویہ اس کے ساتھ کچھ بہتر ہو گیا تھا۔

وہ اس کے کھانے پینے کا دیہان رکھنے لگا تھا۔ اس کے کام کاج میں بھی نرمی کر دی گئی تھی جو بھابھی کو ایک آنکھ نہ بھا رہی تھی اور تو اور اس نے اسے بے رحموں کی طرح مارنا پیٹنا بھی کم کر دیا تھا۔

اس بچہ کی خبر سے اس کی گھٹن زدہ زندگی میں ایک روشن جھری کھل گئی تھی۔ جس کی مدد سے وہ روشنی کو محسوس کر پا رہی تھی اور تھوڑی کھل کے سانس لے پا رہی تھی۔

"تمہارے دنیا میں آنے کی خبر نے تمہارے بابا کے اندر مثبت تبدیلیاں پیدا کر دی ہیں۔ مجھے لگتا ہے کہ تمہاری آمد تمہاری ماں کی زندگی میں بہار لے کر آئے گی۔" وہ اپنا ہاتھ پیٹ پر پھیرتی اپنے بچہ سے مخاطب تھی جس کی صرف خبر ملنے پر ہی اس کیلئے کتنی آسانیاں پیدا ہو گئی تھیں۔

اس کی بھوری آنکھیں خوشی اور امید سے چمک رہی تھیں۔

\*\*\*\*\*

وہ بیڈ پر بیٹھی ہاتھ میں بچوں کے اسلامی ناموں کی کتاب لئے بڑے انہماک سے لڑکیوں کے پیارے پیارے نام دیکھنے میں مشغول تھی۔ وہ مسکراتی ہوئی ایک ایک نام پر غور کر رہی تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

کمرے کے کھلے دروازے سے اس کا شوہر اس کی پشت کو مسکرا کر دیکھتا اندر داخل ہوا اور بیڈ پر اس کے عقب میں آکر بیٹھ گیا۔

"کیا دیکھ رہی ہو؟" عقب سے آئی اس کی آواز پر اس نے چونک کر پیچھے دیکھا۔ اس کا شوہر اسے دیکھ مسکرا رہا تھا۔

"ناموں کی کتاب ہے۔ دیکھیں اس میں لڑکیوں کے کتنے پیارے پیارے نام درج ہیں۔" اس نے بنا اسے دیکھے اس کی جانب کتاب بڑھائی۔

"کیا کہا؟" اس کی آنکھوں میں غصہ اتر آیا تھا اور لہجہ بالکل بدل گیا تھا۔

اس نے لرز کر پیچھے دیکھا تو اس نے اس کا منہ دبوچ لیا۔

"لڑکی نہیں ہوگی۔ آئندہ تمہارے منہ سے لڑکی کا ذکر نہ سنوں۔ مجھے نہیں چاہیے تمہارے جیسی دوسری نحوست۔ بیٹا ہو گا میرا۔" اس نے اپنی بات مکمل کر ایک جھٹکے سے اس کا منہ چھوڑ دیا۔

وہ بھی رخ دوسری جانب موڑ کر اپنے آنسو ضبط کرتی دعائیں کرنے لگی تھی۔

وہ تو چاہتی تھی کہ اس کی پہلی اولاد بیٹی ہو کہ یہ ایک عورت کیلئے بہت ہی مبارک ہوتا ہے مگر اس کا شوہر۔۔۔۔۔

\*\*\*\*\*

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"مبارک ہو بیٹا ہوا ہے۔" دائی اس کے ہاتھ میں بچہ تھماتی وہاں سے چلی گئی تھی۔

بیٹے کو بانہوں میں لئے وہ طمانیت سے مسکرا دیا تھا۔ اس کی تو ساری مرادیں ہی پوری ہو گئی تھیں۔ اس کا بیٹا، اس کا بازو اس دنیا میں آچکا تھا۔ وہ اسے گود میں لئے ساری دنیا بھلا چکا تھا۔

"ارے میرا راجہ بیٹا۔ دکھاؤ تو ذرا۔ کتنا پیارا ہے یہ ماشاء اللہ۔" بھابھی نے فوراً لپک کر بچہ کو اپنے دیور کی گود سے لیا تھا۔

"بھئی اسے تو میں ہی پالوں گی۔ اس پر پہلا حق اس کی تائی اماں کا ہے، بتائے دے رہی ہوں۔" اس کے سرخ گال پر پیار کرتے وہ اٹھلا کر بولی تھیں۔

"بالکل بھابھی۔۔۔ آپ ہی اس کی اچھی پرورش کیجئے گا ورنہ یہ عورت تو میرے بچے کو مجھ ہی سے بد ظن کر دے گی۔" وہ پہلے تو بچہ کو اس طرح لینے پر حیران ہوا تھا مگر پھر بھابھی کی بات سن اس نے بھی ان کی بات سے اتفاق کیا تھا۔

اور اپنے دیور کی بات سن ان کی تو باچھیں کھل گئی تھیں۔ ان کے دل میں جل رہی رقابت کی آگ کچھ ٹھنڈی ہوئی تھی ورنہ جب سے انہیں اپنی دیورانی کی ماں بننے کی خبر ملی تھی وہ اندر ہی اندر سلگ رہی تھیں۔ خود ان کی تو کوئی اولاد نہیں تھی۔ ایسے میں اپنی دیورانی کے ہاتھوں میں بچہ دیکھنا اور وہ بھی لڑکا، یہ انہیں گوارا نہ تھا۔

Safar-e-Adab

\*\*\*\*\*

"یہ لو بھئی اپنے بیٹے سے تول لو۔" گود میں ننھے بچے کو اٹھائے بھابھی چہکتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئیں۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

ان کی گود میں اپنے بیٹے کو دیکھ اس کے نقاہت زدہ چہرے پر مسکان ابھر آئی تھی۔

وہ ٹیک لگا کر بیٹھی اور بھابھی کی گود سے بیٹے کو لے کر احتیاط سے تھاما۔

"الحمد للہ۔" اس کے ننھے سے وجود کو دیکھ اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا۔

اس کے بیٹے نے ہو بہو اپنے باپ کے نقش چرائے تھے۔

"بس اس کا دل اور اس کی شخصیت اپنے باپ سے بالکل جدا گانہ ہو۔" اس کے دل نے خدشات میں گھرے بے ساختہ خواہش کی تھی مگر ہر خواہش پوری نہیں ہوتی۔

کچھ دیر بعد بھابھی بڑے حق کے ساتھ اسے اس کی گود سے یہ کہہ کر لے کے چلی گئیں کہ "تم اب آرام کرو، اسے میں سنبھال لوں گی۔"

پیچھے وہ انہیں کچھ کہہ بھی نہ سکی۔ بس چپ چاپ خود سے دور جاتے اپنے بیٹے اور پھر خالی ہوئی اپنی گود کو باری باری دیکھ گئی۔

Safar-e-Adab

\*\*\*\*\*

"تمہارا نام مصطفیٰ خان ہے۔۔" بچہ کے کان میں اذان دینے کے بعد امام اختر خان نے اسے کے کان میں اس کا نام دہرایا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ماشاء اللہ۔ بھی بڑا ہی پیارا نام رکھا ہے۔ اللہ مبارک کرے۔" اس کے بڑے بھائی نے اسے سراہتے ہوئے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"آمین۔" سب ہی حاضرین نے یک زبان ہو کر کہا۔

یوں اس کے بیٹے کا نام مصطفیٰ خان رکھ دیا گیا۔ اسے نام بہت پسند آیا تھا لیکن یہ نام بھابھی نے پسند کیا ہے، یہ سن کر وہ کچھ بجھ سی گئی تھی کیونکہ اس کے شوہر نے اس کے بیٹے کا نام اس سے پوچھنا تو درکنار اسے بتانا تک مناسب نہیں سمجھا تھا۔

وہ بجھے دل سے مسکرا رہی تھی کہ یہی اس کا نصیب تھا۔

\*\*\*\*\*

زندگی پھر سے معمول پر آگئی تھی یا یہ کہنا زیادہ مناسب تھا کہ سابقہ ڈگر پر آگئی تھی۔

اختر کارویہ پھر سے اس کے ساتھ ویسا ہی ہو گیا تھا۔ ہاں البتہ مصطفیٰ ان کا بے حد لاڈلا تھا۔ وہ ان سمیت گھر میں سبھی کا لاڈلا تھا۔ بھابھی ہر وقت اسے اپنے ساتھ ہی لگائے رکھتی تھیں جبکہ وہ حسب سابق بس گھر کے کام کاج اور سب کی خدمتوں میں ہی لگی رہتی تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

مصطفیٰ بھی اپنی ماں کے مقابلے تائی سے ہی زیادہ مانوس تھا۔ وہ اس کے پاس آتا ہی کب تھا جو اس سے مانوس ہوتا۔ محض فیڈ کروانے کیلئے بھابھی مصطفیٰ کو اسے تھماتی تھیں اور فیڈ کرواتے ہی اس سے یوں چھین کے لے جاتی تھیں گو یا وہ اس کی دشمن ہو۔ شاید کوئی آیا بھی زیادہ ہی حق جتالیتی ہوگی لیکن وہ سگی ماں ہونے کے باوجود بھی مصطفیٰ پر کوئی حق نہیں جتا سکتی تھی۔

بھابھی کارویہ اسے بہت دلبرداشتہ کرتا تھا مگر وہ مجبور تھی کسی سے کچھ بھی نہیں کہہ سکتی تھی سو خاموشی سے اپنے بیٹے کو اپنے ہاتھوں سے جاتا دیکھ رہی تھی۔

وقت پر لگا کر اڑا۔ مصطفیٰ اب تین سال کا ہو چکا تھا اور حسب توقع اپنی تائی سے بے انتہا لگاؤ رکھتا تھا جبکہ ماں کیلئے اس کے دل میں کوئی جذبات نہیں تھے۔ وہ ماں سے دور دور ہی رہتا تھا۔ بس ہر وقت تائی اماں کی رٹ لگائے انہی کے آگے پیچھے گھومتا رہتا تھا۔

بھابھی بھی اس سے خوب ہی لاڈ کرتی تھیں۔ انہوں نے اسے ہتھیلی کا چھالہ بنا کر رکھا ہوا تھا۔ اس کے کھانے پینے سے لے کر نہلانے دھلانے تک ہر کام وہ خوشی سے دوڑ دوڑ کر کرتی تھیں۔ اب توفیڈ کروانے کیلئے بھی اس کے پاس نہیں لانا پڑتا تھا کہ وہ شیر خوارگی کی عمر سے نکل چکا تھا سو انہوں نے مصطفیٰ کو اس سے بالکل ہی جدا کر کے رکھ دیا تھا۔

\*\*\*\*\*

"بے حیا ذلیل عورت۔۔ میرے گھر میں یہ کروت نہیں چلیں گے۔ یہ تیرے باپ کا گھر نہیں کے جو اپنے عاشقوں کو بلارہی ہے یہاں۔" وہ بری طرح سے اسے پیٹتا اس پر شرمناک الزامات لگا رہا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ اس کے آگے ہاتھ جوڑے مسلسل وضاحتیں دیتی ہاں کہان ہو رہی تھی لیکن اختر کا غصہ کسی طور کم ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔

کمرے کی اوٹ سے جھانکتی بھابھی پر اس کی نظر پڑی تو کچھ دیر کیلئے ٹھہر گئی۔ وہ وہاں کھڑی اس کی بے بسی کا تماشا دیکھ رہی تھیں۔



وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ یہ ساری آگ بھابی کی ہی لگائی ہوئی ہے اور اب وہ آگ لگا کر دروازے پر کھڑی لطف اٹھا رہی تھیں۔

ہوا کچھ یوں تھا کہ آج سہ پہر کے وقت اس کا خالہ زاد بھائی اس سے ملنے آیا تھا۔ اس نے اسے گھر کے اندر بلا کر چائے پانی کروادیا تھا۔ بس اتنا ہی قصور سرزد ہوا تھا اس سے۔ پھر جب شام کو اختر گھر لوٹے تو بھابی نے نہ جانے بڑھا چڑھا کر انہیں کیا بتایا کہ وہ ہتھے سے ہی اکھڑ گئے۔

بھابی سے مل کر کمرے میں آئے اور بنا کچھ پوچھے یا بتائے اسے بالوں سے پکڑ کر اس کے چہرہ پر تھپڑوں کی بارش کر دی۔

قریباً آدھا گھنٹہ اسے مارنے کے بعد تھک ہار کر وہ اسے وہیں پھینک کر کمرے سے باہر چلے گئے۔

پیچھے وہ ہمیشہ کی طرح آنسو بہانے کو تنہا رہ گئی تھی حالانکہ وہ امید سے تھی لیکن اس بار اختر نے اس بات کا بھی لحاظ نہ کیا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

\*\*\*\*\*

آج اس کی زندگی کا سب سے منحوس دن تھا۔ آج وہ ماں بنی تھی لیکن ایک بیٹی کی۔ اس کے شوہر کو بالکل خوشی نہ ہوئی تھی۔

وہ بد بخت اس کی پیدائش پر بجائے خوش ہونے کے اپنی بیوی کو بری طرح پیٹ رہا تھا۔ کیسا بد نصیب تھا؟ اللہ کی رحمت گھر میں اتری تھی، بیٹی عطا کی تھی اللہ نے۔ کیسا اعلیٰ مقام دیا تھا۔ کیسا پیارا اظہار کیا تھا رب نے اپنی خوشی کا مگر وہ کیسا بد نصیب شخص تھا؟ ہر چیز کو ٹھکرا رہا تھا۔ اپنے رب کی خوشی کو ٹھکرا رہا تھا، (معاذ اللہ) اپنے رب کی جانب سے بھیجی گئی رحمت سے منہ موڑ رہا تھا۔

پیدائش کے موقع پر کھڑے فرشتے بھی غالباً اسے مبارک دینے کے بجائے اسے لعنت سے نواز رہے ہوں گے۔۔۔۔۔ بد قسمتی سی بد قسمتی تھی۔۔۔۔۔

"میں نے کہا تھا نا مجھے بیٹا چاہیے پھر یہ بیٹی کیوں پیدا کی؟" وہ جہالت سے اس پر چلایا تھا۔

"کیسی باتیں کر رہے ہیں اختر۔ بیٹیا بیٹی دینا تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ میں کون ہوتی ہوں اس کا فیصلہ کرنے والی۔" وہ اسے سمجھا رہی تھی۔

"اور بیٹی تو اللہ کی رحمت ہوتی ہے۔ نصیبوں والے ہوتے ہیں وہ جنہیں اللہ بیٹی سے نوازتا ہے۔۔"

"بس زیادہ بڑی بڑی باتیں کرنے کی ضرورت نہیں ہے میرے سامنے۔ یہ میری بیٹی نہیں ہے۔ جس کی ہے اسی کو سناؤ یہ باتیں۔" وہ اس کی بات بیچ میں کاٹ کر بات کو الگ ہی ڈگر پر لے گیا تھا۔

"کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ؟ یہ میری بیٹی ہے تو یہ آپ کی بیٹی ہوئی۔ آپ ہی اس کے باپ ہیں۔۔۔" وہ لرزتے ہوئے گویا ہوئی تھی۔

"کسی اور کا گناہ میرے سر پر مت ڈال مسرت۔۔۔ یہ میری بیٹی نہیں ہے۔" وہ اس پر دھاڑا تھا جبکہ آنکھیں شعلہ بار ہوئی تھیں۔

"تو ایک بد کردار عورت ہے اور نہ جانے کس کا گناہ میرے سر ڈال رہی ہے۔ میں ہر گز بھی یہ گندگی برداشت نہیں کروں گا۔ تجھے اس کی سزا ملے گی۔" وہ اس کو بازو سے پکڑ کر کھڑا کر اپنے مقابل لایا تھا اور وہ آنکھوں میں بے یقینی لئے روتی ہوئی اسے دیکھ رہی تھی۔

"میں اختر خان پورے ہوش و حواس میں تجھے طلاق دیتا ہوں۔۔۔۔"

"نہیں اختر۔۔۔ خدا کیلئے ایسا مت بولیں۔" اس کے منہ سے نکلنے والے الفاظ سن وہ اس کے پیروں میں گری تھی۔

Safar-e-Adab

"طلاق دیتا ہوں۔۔۔۔"

"ایسا مت کریں۔ میں بے قصور ہوں۔۔۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔۔۔ آپ چاہے جو سزا دے لیں مگر یہ مت کریں۔۔۔۔" اس کی ہچکیاں بندھ گئی تھیں۔

"طلاق دیتا ہوں۔۔۔" تیسری بار یہ قیامت خیز الفاظ منہ سے نکال کر وہ بنا اپنی اولاد کو دیکھ وہاں سے چلا گیا تھا۔

اس کے جانے کے بعد وہ زمین پر دھڑام سے گری تھی۔ آنکھیں اب خشک ہو گئی تھیں۔ اس کی ننھی سی بیٹی حلق کے بل رو رہی تھی مگر وہاں اس کی سننے والا کوئی نہیں تھا۔ اس کی ماں تو سناکت ہو گئی تھی۔ وہ بھی اس کی پکار سننے سے قاصر تھی۔۔۔۔۔

\*\*\*\*\*

وہ نہ جانے کب سے زمین پر یونہی چٹ لیٹی تھیں۔ کتنا وقت گزر گیا تھا انہیں بالکل اندازہ نہیں تھا کہ تبھی شازیہ نے آکر انہیں ہلایا۔

"اماں یہاں کیوں لیٹی ہیں؟ چارپائی پر چل کر سو جائیں رات بہت ہو گئی ہے۔" اس کی پکار پر وہ چونک کر اپنے دردناک ماضی سے باہر آئی تھیں۔

"بس ویسے ہی۔" انہیں سمجھ نہ آیا تھا کہ کیا بولیں۔

"اچھا چلیں اٹھیں۔" اس نے احتیاط سے انہیں اٹھایا۔

"بیٹا تم اتنی رات کو یہاں کیا کر رہی ہو؟ تمہیں تو گھر میں ہونا چاہیے تھا نا؟ اگر مصطفیٰ نے دیکھ لیا تو مشکل کھڑی ہو جائے گی تمہارے لئے۔" حواس بحال ہوئے تو انہیں اس کی یہاں موجودگی کا خیال آیا تھا اور ساتھ مصطفیٰ کے غصہ کا بھی ڈر جاگاتا تھا۔

"وہ سو رہے ہیں۔ آپ فکر مت کریں۔ آپ یہاں لیٹ کر آرام سے سو جائیں۔ میں بس آپ کو ایک نظر دیکھنے آئی تھی۔" انہیں چارپائی پر بٹھا کر وہ گویا ہوئی۔

"میں ٹھیک ہوں بیٹا۔ تم جاؤ اس سے پہلے کسی کو پتہ چلے۔" انہیں وہی ڈر ستا رہا تھا۔ وہ اپنی بہو کو اپنی وجہ سے کسی پریشانی میں نہیں ڈالنا چاہتی تھیں۔

"ٹھیک ہے چلتی ہوں۔ اپنا خیال رکھئے گا۔ اللہ حافظ۔" وہ انہیں الوداع کہہ کر جانے کیلئے مڑ گئی۔ ڈر تو اسے بھی تھا کیونکہ اگر مصطفیٰ یا اباجی کو پتہ لگتا کہ وہ اماں کے ساتھ تھی تو وہ اس کی چٹری ادھیڑ دیتے۔

"اماں!!" جاتے جاتے وہ کسی خیال کے تحت مڑی تھی۔ مسرت اسی کی جانب متوجہ تھیں۔

"مہاسیہ کی یاد آرہی ہے؟" وہ وہیں کھڑے ہوئے آنکھوں میں نمی لئے انہیں دیکھ رہی تھی۔

"ہمم بہت زیادہ۔۔۔" الفاظ ان کے حلق میں ہی رہ گئے تھے اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رودی تھیں۔

وہ جلدی سے ان کے پاس آئی تھی اور انہیں اپنے سینے سے لگائے خود بھی رونے لگی تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"بیٹی تم جاؤ۔" بمشکل پانچ منٹ میں ہی اسے خود سے الگ کرانہوں نے اسے پھر سے جانے کا کہا تھا۔

وہ جانتی تھی وہ ایسا کیوں کہہ رہی ہیں اسی لئے ان کی بات مان انہیں وہیں تنہا چھوڑ وہاں سے گھر کی جانب چل دی۔

اس کا دل ان کی تنہائی کا سوچ کر اداس ہو رہا تھا پر مصطفیٰ کا عتاب برداشت کرنے کی اس میں سکت نہ تھی۔

\*\*\*\*\*

گاڑی لاہور کی حدود سے نکل کر اسلام آباد کی حدود میں داخل ہو چکی تھی اور اب مارگلہ کی پہاڑیوں کے نزدیک واقع ایک حویلی نما گھر کے سامنے رک گئی تھی۔

اس حویلی نما گھر کی عمارت سرخ اینٹوں سے تعمیر کی گئی تھی۔ جس کی سبب یہ گھر قدیم وقتوں کا منظر پیش کر رہا تھا۔ سامنے ہی لکڑی کا دوپٹ کا مضبوط سادروازہ بنا ہوا تھا۔ جس کے دونوں اطراف مصنوعی لالٹین لگی تھیں اور اس میں لگے بلب راہ کو روشن کرتے دلفریب سا منظر پیش کر رہے تھے۔ گھر کے دائیں بائیں کیاریاں بنی تھیں جن میں کئی قسم کے پودے ہو اکی دوش پر لہرا رہے تھے۔

دروازے سے داخل ہوتے ہی کارپورچ تھا اور اس کے ساتھ ہی وسیع و عریض گارڈن بنا ہوا تھا جہاں چنبیلی، موگرے، رات کی رانی اور گلاب کے پھولوں کی کئی اقسام فضا کو مسحور کن بنا رہی تھیں۔ گارڈن کے ایک حصہ میں اگے پھل اور سبزیاں بھی رونق کو مزید جلا بخشی رہے تھے اور گھر کے مکینوں کی سرگرمیوں کی نشاندہی کر رہے تھے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

پورچ کے سنگ مرمر کی راہداری سے گزر کے سامنے بنی سیڑھیاں پار کر ایک اور لکڑی کا دروازہ تھا جس پر خوبصورت تراشیدہ کام مزین تھا۔

اس دروازہ سے داخل ہونے پر گھر کا اندرونی حصہ منظر میں نمایاں ہوا تھا۔ اندر داخل ہو کر لکڑی سے بنی لمبی سی راہداری کو پار کر سامنے ہی ٹی وی لائونج بنا تھا جہاں دیوار گیر ایل ای ڈی کے نیچے ڈیجیٹل ہیئر دیوار میں ہی نصب تھا۔

گولائی میں بنے اس لاؤنج میں لکڑی کی سیڑھیاں بنی تھیں جس پر سرخ رنگ کا قالین بچھا تھا۔ یہ سیڑھیاں گھر کی بالائی منزل کو جاتی تھیں۔ انہی سیڑھیوں کے سیدھی طرف لکڑی سے بنا جدید طرز کا کچن تعمیر تھا جہاں سہولت کی ہر چیز موجود تھی۔

گھر کی آرائش و تعمیر شاہانہ طرز پر کی گئی تھی جو گھر کے مکینوں کی اعلیٰ ذوق کا ثبوت دے رہی تھی۔

"اٹھیں۔۔ گھر آگیا ہے۔" بھاری مگر نرم آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی تو وہ ہوش کی دنیا میں لوٹی تھی۔

نیند کھلی تو امان کو اپنے بالکل قریب بیٹھا پایا۔ اسے نزدیک دیکھ وہ فوراً اٹھ گئی تھی۔ امان تھوڑا پیچھے ہٹا اور اپنی طرف کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔

باہر نکل کر وہ اس کی طرف آیا اور دروازہ کھول کر اس کے سامنے اپنا مضبوط ہاتھ پھیلایا۔

وہ جو دروازہ کھلنے پر اترنے لگی تھی یکدم امان کی اس حرکت پر ٹھٹھک کر رک گئی تھی اور حیران نظروں سے اس کی جانب دیکھنے لگی تھی۔

"کیا ہوا؟ اترنا نہیں ہے؟" اس کا لہجہ اس کی سماعتوں کو حیران کر گیا تھا۔

"ارے اسے ایسے دیتے ہیں۔" مہابیہ کو گم صم بیٹھا دیکھ اپنی بیٹی کو گاڑی سے اتارنے آئی ایمن نے ڈرائیونگ سیٹ سے اندر آ کر اس کا ہاتھ امان کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ امان نے مسکرا کر اس کے ہاتھ پر گرفت مضبوط کی تھی جبکہ مہابیہ ابھی بھی اسی کیفیت میں تھی۔

وہ اس کا ہاتھ تھامے اسے لئے گھر کی جانب چلنے لگا تھا۔ ساتھ میں وہ بھی ہولے ہولے قدم بڑھا رہی تھی۔

\*\*\*\*\*

وہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے گھر کے اندرونی دروازے سے داخل ہوئے تھے۔ سب گھر والے مسکراتے ہوئے اس کے استقبال کیلئے پھول لئے کھڑے تھے۔ پھولوں کی برسات سے نئی دلہن کا شاندار استقبال کیا گیا تھا۔

امان بھی اس کی جانب دیکھ مسکرا رہا تھا مگر وہ۔۔۔ وہ تو ان سب لوگوں کو حیران نظروں سے دیکھ رہی تھی جو ایک لڑکی کے آنے پر خوشیاں منا رہے تھے۔ ایک لڑکی پر پھول نچھاور کر رہے تھے۔

"کیسے پاگل لوگ ہیں یہ؟" اس نے دل میں سوچا تھا۔

امان اس کا ہاتھ تھامے اسے لئے لاؤنج میں آیا تھا۔ باقی سب گھر والے بھی انہی کے ساتھ لاؤنج میں داخل ہوئے تھے۔

وہ سب لوگ صوفہ پر دراز ہو گئے تھے۔ وہ اور امان الگ ڈبل صوفہ ہر بیٹھے تھے اور باقی گھر والے سامنے لگے بڑے سے فیملی سائز صوفہ پر۔

ان دونوں کے سامنے زرد رنگ کی ایک کانچ کی ٹیبل رکھی تھی جس کے وسط میں چاکلیٹ کیک رکھا تھا اور اس کیک پر سٹائلش سی رائٹنگ میں "ویلم ہوم مہابیہ" انگریزی کے جلی حروف میں لکھا تھا۔



مہابیہ کو ان سب کا ہر عمل ہی حیران کر رہا تھا۔

"سنو یہ نقاب ہٹا دو۔" امان نے اس کے کان میں دھیمی سی سرگوشی کرتے ساتھ ہی اس کا سیاہ نقاب الٹ دیا تھا۔

اس نے امان کی جانب دیکھا تھا۔ وہ مسکراتے ہوئے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں موجود چمک کی تاب نہ لاتے ہوئے اس نے نگاہیں واپس جھکا لی تھیں۔

اس کے اس انداز پر وہ مسکراہٹ دبائے سامنے دیکھنے لگا تھا۔

"ماشاء اللہ۔ ہماری بیٹی تو بہت پیاری ہے۔" رخسار بیگم نے اس کا نقاب ہٹتے ہی بے ساختہ تعریف کی تھی۔ ایمن کی نظروں میں بھی ستائش ابھری تھی جبکہ عائشہ تو بھاگتی ہوئی آکر اس کے چہرے پر پیار کر گئی تھی۔

وہ ان سب کی باتوں اور نگاہوں سے جھینپ سی گئی تھی۔

"اچھا ابھی یہ سب چھوڑو۔ بچی کو تھوڑا ایزی ہونے دو۔" اب کی بار اس کے سرسری بولے تھے۔

"ہاں بھئی۔۔ ایسا کرو کیک کا ٹوتم دونوں جلدی سے۔" ایمن نے بھی اپنے سرسری تائید کرتے سب کی توجہ کیک کی جانب مبذول کروائی تھی۔

"ہاں۔۔" ملی جلی کئی آوازیں بلند ہوئی تھیں۔

سب کے کہنے پر امان نے مہابیہ کا ہاتھ اٹھا کر چھری اس کے ہاتھ میں پکڑائی تھی اور اپنا مضبوط ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ کر کیک پر چھری چلا دی تھی۔

\*\*\*\*\*

"چلو اب سب اپنا اپنا تعارف کر اؤ تا کہ مہابیہ کو پتہ چلے کہ اس کا کس بندے سے کیا رشتہ ہے۔" کیک کٹنگ سے فارغ ہونے کے بعد رخسار بیگم مہابیہ کے پاس بیٹھ کر گویا ہوئی تھیں۔

"چاچی میں عائشہ ہوں چاچو کی بیسٹ فرینڈ اور ان کی کرائم پارٹنر۔" سب سے پہلے ایمن کی بیٹی ہی دوڑتی ہوئی اس کے پاس آئی تھی اور ہاتھ اس کی جانب کر چمکتے ہوئے بولی تھی۔

"کرائم پارٹنر ابھی بتاؤں۔ شیطان کہیں کی۔۔ دیکھ رہی ہیں بھابھی اس کو۔" سب ہی اس کو دیکھ مسکرائے تھے جبکہ امان نے اس کے سر پر چپٹ لگائی تھی اور امان کی مسکراتی ہوئی بھاری آواز پر مہابیہ کا بڑھتا ہاتھ ساکت ہوا تھا۔ اس کی خوبصورت آواز نے اس کا دل دھڑکا دیا تھا۔

"چاچی ہاتھ دونا۔" سب باتوں سے انجان چھوٹی سی عائشہ نے اٹھلا کر خود ہی اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"اور میں ہوں اس شیطان کہیں کی کا والد محترم۔ آپ کے شوہر نامدار کا بڑا بھائی۔" عائشہ کو گود میں اٹھا کر امان کا بڑا بھائی اس کے سر پر ہاتھ رکھے کہہ رہا تھا۔

"خوش رہو اور میرے بھائی کو بھی خوش رکھو۔" اس نے اسے دعا دیتے ساتھ مسکرا کر اپنے بھائی کو چھیڑا تھا۔

مہابیہ نے بے ساختہ چہرہ اٹھا کر اس شخص کو دیکھا تھا جو اسے دعا دے رہا تھا۔ آج تک اس کی ماں نے ہی اسے دعا دی تھی۔ باقی سب کیلئے تو وہ کوئی بد دعا تھی لیکن آج۔۔۔۔

یہ لوگ اس کے دل پر وزن ڈال رہے تھے۔

وہ واپس اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گیا تھا۔ مہابیہ بھی گردن نیچے کئے بیٹھ گئی تھی۔

"اور میں ہوں آپ کی جیٹھانی۔" وہ ان دونوں کے نزدیک آکر مہابیہ کو مصنوعی رعب دکھا رہی تھی۔ جس پر سب ہی گھروالے ہنسنے لگے تھے۔

"امی آج فائنلی میں بہو سے جیٹھانی بن گئی۔ ہا ہا ہا ہا۔" وہ ہنستے ہوئے اپنی ساس کی جانب جھکی تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ہاں بھئی۔۔۔ آہی گئی تمہاری دیورانی۔" انہوں نے بھی بہو کی تائید کی تھی۔

"تمہیں پتہ ہے بھابھی کی جب سے شادی ہوئی ہے انہیں تب سے ہی میری شادی کرانے کا بھوت سوار تھا جو فائنلی آج جا کر ان کے سر سے اتر گیا۔" اس نے پھر سے لب کھولے تھے اور فضا میں مدھر سر چھڑ گیا تھا۔ اب کی بار تو وہ مخاطب بھی اسی سے ہوا تھا۔ اس کی آواز میں عجب سا سحر تھا یا شاید یہ اس رشتہ کا اعجاز تھا جو اسے یہ سحر جکڑ رہا تھا ورنہ وہاں بیٹھے باقی سب لوگ تو اس کے بولنے پر نارمل ہی رویہ رکھے ہوئے تھے۔



"ہاں بھئی غلطی ہو گئی دادی اماں۔۔۔ مہابیہ میں ان صاحبہ کا دادا ہوں۔۔۔ بس خوش۔۔۔" اس کی بات پر انہوں نے تفصیل سے مہابیہ کو دیکھ مزید بات کی تھی جسے سن عائشہ مطمئن ہو گئی تھی۔

"اب میں بھی اپنا انٹرودے دوں بھابی کو؟" اچانک ایک مردانہ آواز گونجی تھی جو کہ اماں کے چھوٹے بھائی کی تھی جو صوفہ سے اٹھ کر ان دونوں کی جانب چلا آیا تھا۔

"ہاں بھئی ضرور۔" اماں نے ہی کہا تھا۔

"پتہ نہیں یہ بار بار کیوں بول رہا ہے۔۔۔" مہابیہ نے دھڑکتے دل کے ساتھ سوچا تھا۔

"میں ہوں اسد۔۔۔ آپ کے اس لفٹئر شوہر کا چھوٹا بھائی۔۔۔" اسد نے اماں کی طرف دیکھ ہنسی دبائی تھی اور اماں نے بمشکل اسے مکا جڑنے سے خود کو باز رکھا تھا۔

یو نہی ہنتے مسکراتے تعارفی مراحل کا دور تمام ہوا تھا اور اسے اس کے یعنی اماں کے کمرے میں پہنچا دیا گیا تھا۔

اسے کمرے میں بٹھا کر اس کی جیٹھانی نیچے چلی گئی تھیں۔ وہ اب کمرے میں تنہا تھی مگر کمرے کی خوبصورتی اور سجاوٹ کا جائزہ لینے کی بجائے اپنی ہی سوچوں میں گم بیٹھی تھی۔

اس کو واہے ستارہ ہے تھے حالانکہ وہ نیچے سب سے مل چکی تھی مگر پھر بھی اسے یوں لگ رہا تھا کہ ابھی اس کی آنکھ کھلے گی اور یہ سب چھناکے سے ٹوٹ جائے گا۔ وہ ان سب کی محبتوں پر یقین کرنے سے قاصر تھی۔ اس کا دل ڈر رہا تھا۔ اس کو اپنی ماں کی یاد ستارہ ہی تھی۔ وہ یہاں نہیں رکنا چاہتی تھی۔ وہ یہاں سے بھاگ جانا چاہتی تھی۔ اسے یہ سب

لوگ باوجود بہت اچھے ہونے کے بالکل بھی اچھے نہیں لگ رہے تھے۔ اس کے دل کی کیفیت شاید کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ وہ خود بھی اپنی کیفیت سمجھنے سے قاصر تھی۔

اسے تو خوش ہونا چاہیے تھا، مطمئن ہونا چاہیے تھا مگر وہ اس کے برعکس افسردہ اور پریشان تھی۔ اس نے زندگی میں پیدائش سے اب تک اتنی تختیاں جھیلی تھیں کہ اب جب اسے آسانیاں مل رہی تھیں تو وہ انہیں قبول نہیں کر پارہی تھی۔

ہوتا ہے نہ ایسا کہ انسان اندھیروں کا اتنا عادی ہو جاتا ہے کہ پھر روشنی آنکھوں کو بھلی لگنے کی بجائے آنکھوں میں چھنے لگتی ہے۔۔۔۔۔ اس کے ساتھ بھی بالکل یہی ہو رہا تھا۔

Safar-e-Adab

\*\*\*\*\*

اسے وہاں بیٹھے کچھ ہی دیر گزری تھی کہ بھابھی کمرے میں داخل ہوئیں اور اس کے نزدیک آکر بیڈ پر بیٹھ گئیں۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"مہابیہ تم ایزی ہو کر بیٹھ جاؤ۔ یہ تمہارا ہی کمرہ ہے۔" وہ اس کے پاس آکر اسے مطمئن کر رہی تھیں۔

جواباً اس نے محض اثبات میں گردن ہلائی۔

"خیر۔۔۔ تم سوچ رہی ہو گی کہ امان کے بجائے میں یہاں کیا کر رہی ہوں تو بھئی پہلے ہی بتا دوں کہ مجھے کباب میں ہڈی بننے کا کوئی شوق نہیں ہے۔ میں بس تمہیں سجانے کیلئے آئی ہوں تاکہ تم اپنے سلونے روپ سے اپنے پیا کا دل موہ لو۔" وہ شرارت سے اسے چھیڑ رہی تھی اور وہ بدلے میں مسکرا بھی نہ سکی تھی۔

ایمن اس کی ذہنی حالت سمجھ پارہی تھی تبھی اس کے رویہ کا کوئی نوٹس لئے بنا ہی ڈریسنگ ٹیبل سے اس کا میک اپ اٹھا کر لے آئی اور اس کے چہرے کے نقوش مزید نکھارنے لگی۔

"ماشاء اللہ۔ مہابیہ تم تو پہلے ہی اتنی خوبصورت ہو اور میک اپ کر کے تو کیا غضب ڈھا رہی ہو۔ آج تو امان گیا کام سے۔" بے ساختہ اس کی تعریف کر اس نے اسے پھر چھیڑا تھا۔

اس کی تعریف پر اس نے بھی سامنے لگے قد آدم آئینہ میں اپنا سراپا دیکھا تھا۔ لمحہ بھر کیلئے تو وہ خود مبہوت ہو کر رہ گئی تھی۔ نیوڈ میک اپ پر سرخ رنگ کی لپ سٹک لگائے وہ واقعی پہچانی نہیں جا رہی تھی۔ اس نے گہرا کر اپنے سراپے سے نظریں چرائی تھیں۔

"بھئی میک اپ اور جیولری تو تمہاری ڈن ہو گئی۔ اب ایسا کرو یہ جوڑا بھی پہن لو تاکہ پھر میں تمہارے دلہا کو بھیجوں جو بے قرار سے ادھر ادھر ٹھہلتا تمہارے دیدار کا منتظر ہے۔" انہوں نے اس کے ہاتھ میں سرخ رنگ کا جوڑا تھمایا تھا اور خود کمرے سے نکل گئی تھیں تاکہ وہ چینج کر لے۔

ان کے نکلنے کے بعد وہ کشمکش میں تھی مگر پھر اپنی سوچوں کو جھٹک کر اس نے وہ جوڑا ہینگر سے اتارا اور پہننے لگی۔

یہ سرخ رنگ کا فرشی لہنگا تھا جس پر سنہری رنگ کا خوبصورت کام ہوا تھا۔ لہنگے کے ساتھ ہم رنگ چھوٹی مگر گھیر دار فراک تھی جس کا گلا گہرا تھا۔ اس کے ہمراہ بڑا سا سرخ رنگ کا جالی دار دوپٹہ بھی تھا۔

اس نے جوڑا پہنا اور واپس بیڈ پر آکر بیٹھ گئی۔

"مہابیہ۔۔۔ چنچ کر لیا۔" بھابھی نے دروازہ ناک کر کے پوچھا۔

"جی۔۔۔" اس نے دھیمی آواز میں یک لفظی جواب دیا۔

اس کی اجازت ملنے پر وہ اندر چلی آئی تھیں۔

"کتنا سچ رہا ہے تم پر یہ جوڑا۔" انہوں نے تعریف کرتے ہوئے اس کا بڑا سا جالی دار دوپٹہ اچھے سے اس کے سر پر سیٹ کر دیا تھا۔

"اب تم بالکل تیار ہو۔ میں امان کو بھیجتی ہوں۔ بیسٹ آف لک۔" وہ شرارت سے اسے دیکھ وہاں سے چلی گئیں۔  
پیچھے وہ دھڑکتا دل لئے کمرے میں تنہا رہ گئی تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

\*\*\*\*\*

کلک کی آواز کے ساتھ لکڑی کا دروازہ کھلا تھا۔ اسی آواز کے ساتھ مہابیہ کے دل کی دھڑکنیں منتشر ہوئی تھیں۔ اسی آواز کے ساتھ مسحور کن خوشبو اس کے نٹھوں سے ٹکرائی تھی۔ اسی آواز کے ساتھ مہابیہ کی جھکی گردن کچھ اور جھکی تھی۔ اسی آواز کے ساتھ کمرہ کا ماحول یکدم بدل گیا تھا۔

وہ چھوٹے مگر مضبوط قدم بڑھاتا بیڈ تک آکر ایک لحظہ کو رکھا اور اسی لمحہ مہابیہ کا لگا تھا کہ اس کا دل بھی رک گیا ہو۔



اس کی آنکھوں میں ملن کی آس تھی جبکہ ہونٹوں پر شریر سی مسکان سچی تھی۔ سیاہ شیر وانی میں ملبوس وہ خاصا خوب رو لگ رہا تھا۔

ایک گہری نظر مہابیہ پر ڈال وہ اس کے سامنے تھوڑا نزدیک ہو کر بیٹھ گیا۔ مہابیہ کا دل اب بہت تیز دھڑکنے لگا تھا۔

سامنے بیٹھتے ہی اس کی نظر سرخ جالی دار دوپٹے میں نظر آتے اس کے چہرے پر رک سی گئی تھی۔ وہ اس کے چہرہ کے نقوش میں کھوسا گیا تھا۔ سرخ رنگ اس کی گوری رنگت پر خوب چمک رہا تھا۔

"السلام وعلیکم"! اس کے چہرے کو محویت سے تکتے اس نے گمبھیر آواز میں سلام کیا تھا۔

وہ ایک بار پھر اس کی آواز کے سحر میں جکڑ گئی تھی۔ اس کی آواز اور آس پاس کا ماحول مل کر اسے پرسکون کر رہے تھے۔ اس کے ذہن پر چھائی کثافت امان کی قربت میں چھٹ رہی تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"السلام وعلیکم"! اس نے مہابیہ کو بالکل خاموش بیٹھا دیکھ پھر سے سلام کیا تھا۔ وہ اس کے جواب کا منتظر تھا۔

"وعلیکم السلام"! مہابیہ نے گردن جھکائے ہوئے دھیمی آواز میں کہا جسے امان بمشکل ہی سن سکا تھا۔

"کیسی ہو؟" اس نے یوں پوچھا تھا جیسے وہ لوگ ہمیشہ سے ساتھ ہوں اور ان کے درمیان بڑی بے تکلفی ہو۔ جواباً مہابیہ اتنی بے تکلفی نہ دکھا سکی تھی۔

"ٹھیک۔" گردن جھکی ہوئی تھی اور یک لفظی جواب آیا تھا۔ آواز اب اور بھی دھیمی تھی۔

امان نے مسکراتے ہوئے اسے ایک نظر دیکھا۔ اس کی مسکراہٹ میں شرارت نمایاں تھی۔ اسے اندازہ تھا کہ دلہن جملہ عروسی میں شرماتی ہے مگر اتنا زیادہ۔۔۔۔۔ یہ اسے نہیں پتہ تھا۔

اسے شرارت سو جھی تھی۔ اس نے اپنا دایاں ہاتھ یکدم ہی مہابیہ کے ایک دوسرے میں پیوست ہاتھوں پر رکھ دیا۔ تب اسے احساس ہوا کہ اس کے ہاتھ پسینے میں بھیگے ہوئے تھے۔

"مہابیہ۔۔۔ تم ٹھیک ہو؟ اے سی چل رہا ہے پھر تمہیں اتنا پسینہ کیوں آرہا ہے؟" پریشانی اس کے چہرہ اور لہجہ دونوں سے عیاں ہو رہی تھی۔

اب کی بار بے ساختہ مہابیہ کی گردن اٹھی تھی۔ اس مرد کو دیکھنے کیلئے جو اس کے سامنے براجمان تھا اور مرد ہوتے ہوئے ایک معمولی عورت کیلئے فکر مند ہو رہا تھا۔ یہ کیسا مرد تھا؟

BEING THE STRING OF YOUR KITE

مرد ہوتے ہوئے وہ اس کی فکر کر رہا تھا۔ اس کے ہاتھوں پر آیا پسینہ اسے پریشان کر رہا تھا۔ کیوں؟؟؟ وہ آنکھوں میں از حد حیرانی لئے اسے دیکھ رہی تھی۔

"میں نے تم سے کچھ پوچھا ہے؟ بجائے جواب دینے کے تم مجھے ہونق بنی دیکھے جا رہی ہو یوں جیسے کوئی بھوت دیکھ لیا ہو۔" وہ اس کے جالی دار دوپٹے میں نمایاں ہوتے اس کے حیرت زدہ چہرہ کو دیکھ تھوڑا جھنجھلا یا تھا۔ یہاں وہ اس کی فکر میں گھل رہا تھا اور وہ تھی کہ اسے ایسے دیکھ رہی تھی جیسے وہ کوئی عجوبہ ہو۔۔۔

"میں کچھ پوچھ رہا ہوں۔۔۔" اب کی بار اس نے اس کا گھونگھٹ ہی الٹ دیا تھا تاکہ وہ اس کے چہرے کے زاویے واضح طور سے دیکھ سکے۔

اس کا سستہ ٹوٹا تھا اور اس نے پھر سے نگاہیں چرائی تھیں جبکہ اس کی نگاہ اب اس کے سر آپے میں اٹک گئی تھی۔

وہ یونہی اسے پیار سے دیکھتے اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں لئے اپنی شیروانی کی جیب سے رومال نکال کر اس کے ہاتھوں پر آیا پسینہ صاف کرنے لگا تھا۔

وہ گردن جھکائے اس کے ہر عمل کو محسوس کر رہی تھی۔ وہ پہلی بار کسی مرد کو کسی عورت کیلئے پریشان ہوتا دیکھ رہی تھی اور وہ عورت جس کیلئے وہ گھلا جا رہا تھا وہ خود تھی۔ ایک مرد اس کیلئے فکر مند ہو رہا تھا۔ وہ کیسے یقین کر لیتی اس بات پر۔

اس نے تو آج تک مردوں کو بات بے بات گالیاں دیتے سنا تھا۔ عورت کی غلطی نہ ہونے پر بھی اسے ہی مورد الزام ٹھہراتے دیکھا تھا۔ اس کی ذرا سی چوک پر بری طرح پیٹتے دیکھا تھا۔

عورت کا خیال کرتے اس نے آج تک کسی مرد کو نہیں دیکھا تھا تو پھر وہ کیسے مان لیتی کہ یہ مرد ہے؟؟ اسے تو اس لمحہ امان کے مرد ہونے پر ہی شک گزرا تھا۔

\*\*\*\*\*

اس کے ہاتھوں کا پسینہ اچھی طرح صاف کر اب وہ اس کے ماتھے پر آیا پسینہ پونچھ رہا تھا جو دوپٹہ ہٹانے پر اس کی نظروں نے بھانپ لیا تھا۔

وہ اس کے ماتھے پر موجود پسینہ کے ننھے قطرے صاف کرنے کیلئے تھوڑا آگے ہوا تھا۔ ان کے درمیان فاصلہ گھٹ کر اب اتنا رہ گیا تھا کہ وہ امان کی دھڑکنوں کو محسوس کر پار ہی تھی جبکہ امان اس کی اندرونی کیفیات سے انجان اس کا پسینہ صاف کرنے میں مگن تھا۔

"اب ٹھیک ہے۔۔" وہ پیچھے ہو کر رومال سائیڈ ٹیبل پر رکھ چکا تھا۔ وہ جو ابھی تک اسے دیکھ رہی تھی اس کے سیدھا ہونے پر پھر سے نظریں جھکا چکی تھی۔

"دیکھو سب سے پہلے تو تم ریلیکس ہو جاؤ یا ر۔ ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے میں ہوں نا۔۔" وہ پھر سے اس کی سماعتوں پر چھانے لگا تھا۔

"میں ہوں نا۔۔؟" اس جملہ کا کیا مطلب تھا۔۔ مطلب وہ اسے اپنے ہونے کا یقین دلارہا تھا یا اس بات کا کہ وہ اس کے ساتھ ہے۔ وہ اب مزید برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ اس کی آنکھیں بہنا شروع ہو گئی تھیں۔ اس کا دل اب یہ بوجھ مزید نہیں سہہ سکتا تھا۔

"ارے۔۔۔ ارے۔۔۔ یہ کیا کر رہی ہو؟" اس کی بن موسم برسات دیکھ وہ سٹپٹا گیا تھا۔

"کیا ہوا؟ روکیوں رہی ہو؟" وہ اس کے آنسو پونچھتے ہوئے بولا تھا۔

"آپ کو میری اتنی فکر کیوں ہو رہی ہے؟" رونے کے بیچ اس نے سوال کیا تھا جو کم از کم امان کیلئے خاصا عجیب تھا۔

مطلب اس کی نئی نویلی دلہن اپنے شوہر کی فکر مندی اور محبت دیکھ رونے لگی تھیں اور سوال کر رہی تھیں کہ یہ سب کیوں؟؟؟ یہ سچ میں عجیب تھا۔۔۔ کم از کم سید امان رضا کیلئے تو۔۔۔

"کیا مطلب یار؟؟ تم میری بیوی ہو۔ میں کیوں نہ فکر کروں تمہاری۔ تمہیں اگر کوئی مسئلہ ہے یا تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو مجھے تمہاری فکر ہوگی۔ یہ میرا فرض ہے کہ میں تمہاری فکر ہوں اور تمہارا مجھ پر حق۔۔۔" وہ اس کے ہاتھ تھام کر ٹھہرے ہوئے لہجہ میں ملائمت کے ساتھ گویا ہوا تھا۔

وہ اب اسے بغور دیکھ رہی تھی۔ اس کا چہرہ صاف شفاف تھا بالکل اس کی باتوں کی طرح۔ اس کی آنکھیں اس کی سچائی کو صاف طور سے بیان کر رہی تھیں۔ وہ ان آنکھوں میں کھوسی گئی تھی۔

"بیوی ہی تو ہوں۔۔۔ اس سے کیا ہوتا ہے؟ مرد تو ویسے بھی ایک درجہ فوقیت رکھتا ہے عورت پر پھر عورت کا کیسا حق۔۔۔" وہ روئی روئی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

اسے بے ساختہ ہی اس کی معصومیت پر پیار آیا تو اس نے آگے کو ہو کر اس کی پیشانی پر مان بھرا بوسہ دیا پھر اسے اپنی آنکھوں میں قید کئے بولا۔

"تم بیوی ہی تو ہو۔۔۔ صحیح کہا تم نے لیکن کیا تمہیں پتہ ہے بیوی شوہر کیلئے کیا ہوتی ہے؟" وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"کیا؟" یک لفظی سوال آیا تھا۔

"لباس۔۔۔" وہ بول کر لحظہ بھر کور کا تھا۔

"اور اللہ قرآن میں فرماتا ہے: وہ یعنی بیویاں تمہارا لباس ہیں اور تم یعنی خاوندان کا لباس ہو۔۔۔ جب قرآن نے ہی واضح کر دیا کہ میاں بیوی ایک دوسرے کیلئے کیا ہیں تو پھر میں کون ہوتا ہوں تمہیں یہ بتانے والا کہ تم کون ہو؟ تمہارے رب نے اتنی وضاحت سے تمہیں بتا دیا ہے۔" اس کے شوہر نے جو اسے بتایا تھا یہ تو اس کیلئے بہت نیا تھا۔ حالانکہ اسے پتہ تھا کہ میاں بیوی ایک دوسرے کا لباس ہوتے ہیں مگر اس نے اپنے گھر میں کبھی اس رشتہ میں ایسا کچھ نہیں دیکھا تھا۔

ہاں یہ اس کے رب نے بتایا تھا پھر وہ کیوں انجان رہی اس سے؟ وہ تو اسے بتا رہا تھا، غلط تو وہ کر رہی تھی جو غلط لوگوں کی طرز پر دین کو اپنا رہی تھی۔ امان نے کیا ہی خوبصورت طریقہ سے رب کا پیغام اس تک پہنچایا تھا۔ اس کی آنکھیں پہلی بار اپنے خالق کی محبت پر نم ہوئی تھیں۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

اس بار امان نے اس کے آنسو نہیں پونچھے تھے بلکہ اپنی بات مزید آگے بڑھائی تھی۔

"تو اس لئے تم میرا لباس ہو اور میں تمہارا لباس ہوں۔ تمہیں پتہ ہے اللہ نے اس رشتہ کو "لباس" سے کیوں منسوب کیا؟ لباس کی بجائے کسی اور شے سے کیوں نہیں؟؟" اس نے سوال کیا تھا۔

وہ متحسّس ہوئی تھی اور گردن نفی میں ہلائی تھی۔

"وہ اس لئے کیونکہ لباس اور زوجین میں خاصی مماثلت پائی جاتی ہے۔ اب تم سوچ رہی ہو گی کیسے؟؟؟ کو میں بتاتا ہوں۔۔" اب کی بار اس نے خود ہی اس کی سوچ کو الفاظ دیے تھے۔

"لباس انسان کو ڈھانپتا ہے، بالکل ایسے ہی اللہ چاہتا ہے کہ زوجین ایک دوسرے کو ڈھانپیں، ایک دوسرے کے عیبوں کو ڈھانپیں۔ جیسے لباس انسان کی ستر کی حفاظت کرتا ہے ویسے ہی اللہ چاہتا ہے کہ زوجین ایک دوسرے کی حفاظت کریں، ایک دوسرے کے رازوں کے امین بنیں اور ایک دوسرے کی کمیوں کو پوشیدہ رکھیں بالکل ایسے ہی جیسے لباس رکھتا ہے۔ جیسے لباس انسان کا وقار اور عزت بڑھاتا ہے بالکل ایسے ہی اللہ چاہتا ہے کہ زوجین زمانے کے سامنے ایک دوسرے کی عزتوں کی حفاظت کریں، ایک دوسرے کے وقار کے امین بنیں۔ لباس انسان کے جسم کی ہر کمی کو چھپا لیتا ہے۔ انسان کو موسم کی سختیوں سے بچاتا ہے۔ ان شارٹ لباس انسانی تہذیب کی علامت ہے اور انسان کی عزتوں کا محافظ ہے۔ جیسا کہ اللہ نے زوجین کے رشتہ کو لباس سے تشبیہ دے کر انسان کو عقل دلائی ہے۔۔۔ اور بے شک قرآن میں نشانیاں ہیں عقل والوں کیلئے۔۔۔" اس نے جو خوبصورت وضاحت دی تھی وہ اسے اس رشتے کی اہمیت اچھی طرح باور کرا گئی تھی جو ان دونوں کے درمیان تھا۔

وہ واقعتاً حیران ہوئی تھی۔ اس نے اس آیت کو کبھی اس طرح سے نہیں سمجھا تھا اور آج امان نے کس خوبصورتی سے اسے اس کے رب کی بات پہنچائی تھی۔ وہ عیش عیش کرا اٹھی تھی۔

"تم میری بیوی ہو، میرا لباس ہو، میری عزت کی امین، میرے دین کی تکمیل ہو۔۔ تم میرا قیمتی سرمایہ ہو، تمہیں کھو دوں تو فقیر ہو جاؤں۔ اس لئے آئینہ کبھی خود کو کمتر نہ سمجھنا۔ مجھے ایک درجہ افضل تمہاری حفاظت کیلئے کیا گیا ہے۔ اس لئے نہیں کہ میں تمہیں کمتر سمجھ کر تمہاری حق تلفی کروں۔" وہ اپنی آواز سے، الفاظ سے اس کے کانوں میں رس گھول رہا تھا۔

اس کی آنکھیں تشکر سے بھیگ گئی تھیں۔ وہ اس کی شکر گزار تھی جو اسے رب کی باتیں بتا رہا تھا۔ وہ اپنے رب کی شکر گزار تھی جس نے اسے ایسا محرم عطا کیا تھا جو اسے اس کی باتیں بتائے۔ خوش قسمتی سے خوش قسمتی تھی۔۔۔

\*\*\*\*\*

جائے نماز پر ہاتھوں کو زیر ناف باندھے وہ اپنے رب کے حضور کھڑا تھا۔ اس سے ذرا پیچھے اس کی شریک حیات بھی جائے نماز بچھائے ہاتھوں کو سینے پر باندھے اس کی امامت میں اپنے خالق کے حضور شکر گزاری کے نوافل ادا کر رہی تھی۔

وہ دونوں حق زوجیت ادا کرنے سے قبل اپنے رب کا حق ادا کر رہے تھے۔

"یا اللہ! اے میرے خالق و مالک۔۔۔ تیرا لاکھ لاکھ شکر کہ تو نے ہمیں ملایا اور ایک دوسرے پر حلال کیا۔" نماز مکمل کرنے کے بعد امان نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے اور با آواز بلند اپنے رب کے آگے اپنے دل کی بات کہنا شروع کی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ جو نماز مکمل ہونے پر حسب عادت اٹھنے لگی تھی، اس کی آواز سن خود بھی دعا کیلئے ہاتھ اٹھا گئی تھی۔

"یا اللہ ہم دونوں کو ایک دوسرے کیلئے دنیا و آخرت میں راحت کا سبب بنانا اور ہمارے دلوں میں ایک دوسرے کیلئے الفت پیدا کرنا اور ہمیں شیطان سے بچانا اور اس رشتہ کے نتیجہ میں ہمیں نیک اولاد کی بشارت دینا۔ آمین۔" مختصر مگر جامع دعا کر امان نے چہرہ پر ہاتھ پھیرے تو مہابیہ نے بھی اس کی تقلید کی۔

\*\*\*\*\*



وہ دونوں نماز سے فارغ ہو کر اب بیڈ پر آکر بیٹھ گئے تھے بالکل ویسے ہی جیسے نماز سے قبل بیٹھے تھے۔

"ہاں جی تو اب؟" امان اس کے دوپٹے سے آزاد سر آپے میں الجھتے ہوئے گویا ہوا تھا۔

"کیا؟؟" وہ کچھ سمجھتے اور نہ سمجھتے ہوئے بولتی نگاہیں چراہی تھی۔

"اب میرا خیال ہے سب ہو گیا ہے تو پھر کیوں نا۔۔" وہ سر کے پیچھے کھجاتے ہوئے شرارت سے اسے تک رہا تھا۔

وہ خود میں سمٹی تھی۔

"تو پھر کیوں نہ وہ رسم بھی ادا کر لیں جو شادی میں سب سے اہم ہوتی ہے۔" وہ اپنی بات کہتے ہوئے اس کے نزدیک آیا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

اس نے ہولے سے سر اوپر کیا تھا۔ آنکھیں اس کی آنکھوں سے ٹکرائی تھیں۔ ان آنکھوں میں جذبات کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر موجزن تھا۔ مہابیہ کی آنکھیں حیا کے مارے جھک گئی تھیں۔

وہ خود کو مطمئن ہو کر اپنے محرم کے سپرد کر گئی تھی کہ وہ اس کا لباس تھا اور وہ اچھے سے جان گئی تھی کہ وہ اسے ڈھانپ لے گا، اس کے عیبوں کو چھپالے گا، اس کو زمانہ کے سرد و گرم سے بچالے گا اور اس کا امین بن کر رہے گا۔

وہ اس کی پناہوں میں پرسکون سی ہو کر آنکھیں موند گئی تھی۔ وہ بھی اسے کسی قیمتی متاع کی طرح خود میں سموئے اسے محفوظ کر گیا تھا۔

رات ان دونوں کی محبتوں کی گواہ بنتی دھیرے دھیرے صبح کی جانب گامزن تھی۔

\*\*\*\*\*

نیند سے بوجھل آنکھیں ملتی ہوئی وہ حسب عادت فجر کے وقت بیدار ہوئی تھی۔ آنکھیں ملتے ہوئے وہ ہنوز لیٹی ہوئی تھی۔ غائب دماغی سے وہ بیڈ اور آس پاس کے ماحول کو دیکھ رہی تھی۔ اس کا ذہن کشمکش میں تھا کہ تب ہی اسے کل کی حسین رات یاد آئی اور امان کی کہی خوبصورت باتیں اور دلکش انداز یاد آیا تو وہ مسکراتی ہوئی اٹھ بیٹھی۔

"ارے امان کہاں گئے؟" نظر برابر کی خالی جگہ پر گئی تو نئی پریشانی نے آن گھیرا۔

اس نے بیڈ کی دائیں جانب لگی دیوار گیر گھڑی پر ٹائم دیکھا تو پانچ بج رہے تھے مطلب فجر کا وقت ہوا تھا۔ اب اسے احساس ہوا تھا کہ وہ حسب عادت فجر کے وقت اٹھی تھی اور احساس کے ساتھ ہی پریشانی بھی ہوئی تھی کہ اس وقت امان کہاں جاسکتے ہیں؟

کچھ دیر وہ یونہی بیٹھی رہی پھر کسی سوچ کے تحت اٹھی اور کمرے میں بنے اٹیچ باٹھ روم میں گھس گئی۔

پندرہ منٹ بعد وہ نہادھو کر باہر نکلی اور گیلے بال جوڑے کی شکل میں لپیٹ کر سر پر حجاب باندھا۔ اب اس کا رخ کمرے کے دروازے کی جانب تھا۔

وہ کمرے سے باہر نکلی اور ہچکچاتے ہوئے آگے بڑھنے لگی۔ اس کا اس گھر میں پہلا دن تھا سو وہ ویسے ہی فطری طور پر گھبرائی ہوئی تھی اور اس کا اپنا دل بھی کئی طرح کے خدشات میں گھرا ہوا تھا۔

وہ کمرے سے نکل کر ہال میں آگئی تھی مگر اسے کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس کے کمرے کے برابر میں ہی ایک کمرہ اور تھا جو کہ اس وقت بند تھا۔ پورے گھر میں ہی سناٹا چھایا ہوا تھا اور مدھم روشنیاں جل رہی تھیں۔

اسے کہیں کوئی نظر نہیں آیا تو اس نے واپسی کمرے کی راہ لی۔

"ارے مہا بیہ کچھ چاہیے؟" پیچھے سے آئی نسوانی آواز پر وہ مڑی تو اپنی جیٹھانی کو کھڑپایا جو اسے مسکراتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔

"نہیں۔۔۔۔۔ وہ۔۔۔۔۔ وہ امان کمرے میں نہیں ہیں تو۔۔۔۔۔" اسے دیکھ پہلے تو وہ خاموش رہی پھر ہمت کر کے اٹکتے ہوئے بولی۔

"امان۔۔۔ وہ تو فجر پڑھنے گیا ہے اسفر کے ساتھ۔ کچھ دیر میں آجائے گا۔" جواباً ایمن نے اسے تسلی دی۔

"اچھا۔۔۔" اس نے اثبات میں گردن ہلائی۔

"کچھ چاہیے تو مجھے بتاؤ۔" ایمن نے اسے متذبذب دیکھ پوچھا۔

"نہیں۔۔۔ میں چلتی ہوں۔" اتنا کہہ کر وہ اپنے کمرے کی جانب مڑ گئی۔

اس کے ساتھ ہی ایمین بھی اپنے کمرے کی جانب نماز پڑھنے کی غرض سے چل دی۔

\*\*\*\*\*

کمرے میں آکر اس نے گہرا سانس خارج کیا پھر حجاب اتار کر باتھ روم کی جانب چل دی۔ اس کا ارادہ تھا کہ وضو کر کے فجر کی نماز ادا کر لے سو اس نے یہی کیا۔

وضو کر کے کمرے سے باہر آئی اور جائے نماز بچھا کر نماز ادا کرنے لگی۔

آج وہ پہلی بار دل لگا کر نماز پڑھ رہی تھی۔ آج نماز پڑھتے ہوئے اس کے دل کو سکون مل رہا تھا۔ اس نے زندگی میں پہلی بار تسلی سے نماز ادا کی اور پھر جائے نماز اٹھانے لگی کہ تبھی امان کی پچھلی رات والی دعا کا انداز یاد آیا۔ یکدم ہی اس کا دل چاہا کہ وہ بھی اسی طرح اپنے رب سے فریاد کرے جیسے کل امان کر رہا تھا۔

یہ خیال ذہن میں آتے ہی اس نے جائے نماز اٹھانے کا ارادہ ترک کیا اور اللہ کی بارگاہ میں دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے۔

یو نہی ہاتھ اٹھائے اسے کافی دیر تک کچھ سمجھ ہی نہ آیا کہ کیا مانگے۔ بس یو نہی ہاتھ اٹھائے بیٹھی رہی مگر کوئی فریاد نہ دل میں آئی نہ زبان پر۔۔۔۔۔

"یا اللہ تیرا شکر۔۔۔" تبھی اچانک امان کا سراپا ذہن کے پردہ پر لہرایا اور بے ساختہ اس کے دل سے یہ الفاظ نکلے اور آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو بہنے لگے۔

\*\*\*\*\*

"مہابیہ۔۔ کیا ہوا؟" امان کمرے میں داخل ہوا تو سامنے ہی جائے نماز پر مہابیہ دعا مانگ رہی تھی۔ دعا مانگتے وہ بری طرح ہچکیوں سے رو رہی تھی۔ پہلے تو اس نے سوچا کہ اس کی دعائیں مغل نہ ہو مگر پھر اس کا اس بری طرح رونا اسے دہلا گیا سو وہ چاہتے ہوئے بھی خود کو روک نہ پایا اور اس کے نزدیک چلا آیا۔

کندھے پر جانا پہنچانا لمس محسوس ہوا اور کانوں سے مانوس سی سحر زدہ آواز ٹکرائی تو اس نے ہچکیاں لیتے اپنے برابر دیکھا۔ وہ وہی تھا اور فکر مندی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

اس نے ایک نظر اس کے خوب رو چہرہ کو دیکھا پھر اس کے سینے سے لگ کر مزید شدت سے رونے لگی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"مہابیہ۔۔ میری جان۔۔ کیوں ہلکان کر رہی ہو خود کو؟" اس نے اس کے بالوں پر بوسہ دیا اور دھیرے سے اسے خود سے الگ کر اس کی جانب دیکھا۔

وہ بنا کچھ کہے دائیں بائیں گردن ہلا رہی تھی۔ وہ اسے جان کہہ رہا تھا اور وہ اس پر مزید روتے ہوئے اس کی جان ہلکان کر رہی تھی۔

"اگر کچھ نہیں ہوا تو تم اس بری طرح کیوں رو رہی ہو؟" وہ پیار سے اس کے آنسو پونچھ رہا تھا۔ وہ آنکھوں میں حیرت اور شکر گزاری کے ملے جلے جذبات لئے اسے دیکھ رہی تھی۔

"مجھے اماں کی یاد آرہی ہے۔" کچھ تو رونے کا سبب بتانا تھا سو اسے یہی مناسب لگا اور پھر ان کی یاد تو اسے ہر لمحہ ہی آرہی تھی۔ رونے میں کچھ اور روانی آئی تھی۔

"یار تم رونا تو بند کرو۔" اس نے اسے گلے لگایا۔

رونے کا شغل ہنوز جاری تھا۔

"دیکھو اگر تم یونہی روتی رہیں تو پھر میں تمہیں تمہاری اماں سے نہیں ملواؤں گا۔" مسلسل اسے روتا دیکھ اس نے دھمکی دی تھی جو کہ کار آمد ثابت ہوئی تھی۔ وہ اس کی دھمکی سنتے ہی سیدھی ہو کر دوپٹے سے اپنے آنسو پونچھ کر بالکل چپ ہو گئی تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"پلیز مجھے اماں سے ملنے سے مت روکنے گا۔ میں نہیں روؤں گی اب۔" وہ آنسو صاف کر ہچکیاں لے رہی تھی۔ اس کا لہجہ کچھ ڈرا ہوا تھا۔

امان اس کے چپ ہونے پر وہاں سے اٹھا اور فریج سے پانی کی بوتل نکالی، گلاس میں پانی انڈیلا اور واپس اس کے نزدیک آکر بیٹھ گیا۔

"یہ لو پانی پیو۔" اس نے گلاس اس کی جانب بڑھاتے ہوئے اس کے لبوں سے لگایا۔

وہ اسے دیکھتی ہلکی ہلکی ہچکیاں لیتی پانی پینے لگی۔

وہ بھی آنکھوں میں نرمی لئے اس کے بال سہلاتا اسے دیکھ رہا تھا۔

\*\*\*\*\*

"بیٹا آج مہابیہ کے ساتھ جا کر اپنا اور اس کا ولیمہ کا جوڑا لے آنا۔" رخسار بیگم نوالہ منہ میں ڈالتی بولی تھیں۔

وہ سب گھر والے اس وقت ناشتہ کی ٹیبل پر موجود تھے۔ ناشتہ پر نئی دلہن کیلئے خاصا اہتمام کیا گیا تھا۔ وہ یہ سب دیکھ خوش کم حیران زیادہ ہوئی تھی۔

وہ اور امان ساتھ میں نیچے آئے تھے اور وہ اسی کی ہمراہی میں ڈائینگ ہال میں داخل ہوئی تھی جو چکن کے دوسری طرف ساتھ ہی بنا تھا۔

وہ دونوں اندر داخل ہوئے تو ناشتہ پر سب ہی کو اپنا منتظر پایا۔ سب گھر والوں نے مل کر ان دونوں کا استقبال کیا۔ وہ دونوں سب سے مل کر ناشتہ کی ٹیبل پر بیٹھے اور سب مل کر ناشتہ کرنے لگے۔

"یہ سب لوگ تو مجھے پل پل حیران کر رہے ہیں۔ کیسے لوگ ہیں یہ جو ایک ذلیل لڑکی کو اتنی عزت دے رہے ہیں۔" وہ سوچتے ہوئے بے خیالی سے پلیٹ میں چچ چلاتے ہوئے سب کا جائزہ لے رہی تھی۔

"جی ماما لے جاؤں گا۔" اس نے اپنی ماں کو جواب دے کر اپنے برابر بیٹھی مہابیہ کو دیکھا جو یو نہی پلیٹ میں چبچ چلاتی نہ جانے کن سوچوں میں گم تھی۔

"مہابیہ۔۔۔" اس کی آواز سن وہ چونک کر اس کی جانب مڑی تھی۔

"جی۔" وہ اسے غائب دماغی سے دیکھ رہی تھی۔

اس نے اس کا چبچ سے پکڑا ہاتھ اپنے ہاتھ سے پکڑا اور فرنچ ٹوسٹ کا ٹکڑا کاٹ کر اس کے ہاتھ سمیت اٹھایا اور اس کے منہ میں ڈال دیا۔

"خود چبالو گی یا چبانے میں بھی مدد چاہیے۔" اس نے اپنی کارروائی مکمل کر اس کے کان میں شرارت سے کہا اور واپس اپنے ناشتہ کی جانب متوجہ ہو گیا۔

وہ جو ہونق بنی اسے دیکھ رہی تھی آخر میں اس کے بولنے پر ہوش میں آئی اور مسکراتے ہوئے نوالہ چبانے لگی۔

"یو نہی مسکراتی رہا کرو۔ میرے دل کو راحت ملتی ہے۔" وہ اسے پھر سحر زدہ کر گیا تھا۔

"پتہ نہیں یہ بولتے ہی کیوں ہیں؟؟" وہ پلیٹ پر مزید جھک گئی تھی۔

"امان کھانا کھاؤ۔ کھسر پھسر کمرے میں جا کر کر لینا۔" اسد نے شرارت سے امان کو دیکھا تھا۔ جس پر امان کا منہ تک جاتا کاٹا تھا تھا اور اس کی آنکھیں اسے گھورنے لگی تھیں جبکہ مہابیہ مزید جھینپ گئی تھی۔



"ماما سمجھالیں اسے۔ مار کھائے گا یہ مجھ سے۔" امان کی حالت دیکھ اسد کا قہقہہ چھوٹ گیا اور اس بات پر امان مزید تپا تھا۔

"بابا۔۔۔" اب کی بار اس نے بابا سے مدد چاہی جو اس کے پکارنے پر مسکراہٹ دبا کر متوجہ ہوئے۔

"بابا آپ بھی۔۔۔" اس کی شکل پر اب مسکینیت طاری ہو گئی تھی جسے دیکھ سب ہی کی ہنسی چھوٹ گئی تھی۔

"بس اسد میرے بچے کو تنگ مت کرو۔" بالآخر اس کی ماں کو ہی اس پر ترس آیا سو انہوں نے اسد کو گھر کا۔

یوں ہنستے مسکراتے اور کھٹی میٹھی نوک جھونک کے ساتھ ان سب نے مل خوشگوار ماحول میں ناشتہ کیا۔

\*\*\*\*\*

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"امان کو خوش اور مطمئن دیکھ میرا دل پر سکون ہو گیا ہے۔ جو ایک خدشہ تھانہ مہابیہ سے رشتہ جوڑتے وقت وہ نکل گیا۔" کپڑوں کو الماری میں سیٹ کرتی رخسار بیگم اپنے شوہر سے مخاطب ہوئی تھیں جو ایزی چیئر پر جھولتے اخبار کا معائنہ کر رہے تھے۔

"ہاں بھئی واقعی۔۔۔ اللہ کا کرم ہے کہ اس نے ہمیں صحیح انتخاب کی توفیق دی۔" وہ بھی اخبار تہہ کر بیگم کی جانب پوری طرح متوجہ ہوئے تھے۔

"یاد ہے آپ کو جب ہم مہابیہ کے گھر سے ہو کر آئے تھے۔ کتنے وسوسے تھے دل میں ان کے گھر کا عجیب و غریب ماحول دیکھ کے۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

"ہاں اور تم نے تو صاف انکار کر دیا تھا۔" وہ بھی ہنسے تھے۔

"تو اور کیا کرتی؟ ماں ہوں میں۔ مجھے اس کی خوشی کی فکر تھی۔" وہ لہجہ میں مصنوعی خفگی لئے گویا ہوں۔

\*\*\*\*\*

"مجھے تو وہ لوگ کچھ عجیب ہی لگے۔ مطلب ہم لڑکی دیکھنے گئے تھے اور ہمیں لڑکی ہی نہیں دکھائی۔" رخسار بیگم خفگی سے گویا ہوں۔

گھر کے سب لوگ اس وقت لاؤنج میں جمع صوفوں پر براجمان تھے۔ وہ لوگ لڑکی والوں کی طرف سے واپس آکر ان لوگوں کے گھر میں پیش ہونے والے عجیب حالات کی سبب بات کرنے کیلئے یہاں اکٹھا ہوئے تھے۔

"ہاں عجیب تو تھا سب کچھ۔ مجھے بھی سمجھ سے بالاتر ہی لگایوں عورتوں کا ایک کمرہ میں قید ہونا۔" انس صاحب کے چہرے پر سوچ کی لکیریں نمایاں تھیں۔

"ویسے آپ لوگ تو ملیں نالڑکی سے کیسی تھی وہ اور نام کیا تھا؟" اسفر نے بھی ماں اور بیوی کی جانب دیکھتے لب کشائی کی۔

"کیا پتہ کیسی تھی؟" رخسار بیگم شدید غصہ میں تھیں۔

"مطلب؟" اب کی بار اسد نے نا سمجھی سے کہہ کر سب ہی کے دل میں اٹھے سوال کو زبان دی۔

"مطلب یہ کہ ہم لوگ جب کمرے میں گئے تو مہابیہ سمیت سب لڑکیاں نقاب میں تھیں اور اس کی ماں اور سوتیلی ماں بڑی سی چادر لپیٹے ہوئی تھیں۔ اسی لئے ہم لوگ اسے دیکھ ہی نہیں سکے۔" ایمن نے شروع سے آخر تک ساری بات حاضرین کے گوش گزار کی جسے سن سب ہی کے تاثرات مزید حیرانی میں بدلے تھے۔

"پھر کیا کرنا ہے؟" انس صاحب نے رخسار بیگم سے پوچھا۔

"کیا کرنا ہے کیا؟؟ انکار کر دیں۔ میں ایسے گھر میں اپنے بیٹے کی شادی نہیں کر سکتی۔ گھر والے ایسے ہیں نہ جانے لڑکی کیسی ہوگی؟ میں اپنے بچے کو اس مصیبت میں ڈالنے کے حق میں نہیں ہوں بس۔" رخسار بیگم نے حتمیہ انداز میں فیصلہ سنایا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

سب ہی غور و فکر میں ڈوبے ہوئے تھے۔ کسی کی کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا فیصلہ کریں کہ تبھی امان نے لب کھولے۔

"مجھے ایسا نہیں لگتا کہ ہمیں انکار کرنا چاہیے۔" امان کے منہ سے غیر متوقع جملہ سن رخسار بیگم حیران ہوئی تھیں جبکہ انس صاحب نے سوچتے ہوئے سر کو جنبش دی۔

"کیوں بھی؟ تمہیں کیا مسئلہ ہے انکار کرنے میں؟ ہم تمہارے لئے کوئی نارمل خاندان کی سلجھی ہوئی لڑکی پسند کریں گے۔ نہ کہ ایسی عجیب فیملی کی بدحواس لڑکی۔" رخسار بیگم اس کی بات پر بھڑکی تھیں۔

"اما اگر وہ لوگ ایسے ہیں تو اس میں اس لڑکی کی کیا غلطی؟ مجھے تو اس گھر کی عورتیں بدحواس نہیں مظلوم لگ رہی ہیں۔ جیسا آپ نے بتایا اس حساب سے تو وہ لڑکی ایک قید میں ہے اور کیا ہی اچھا ہو کہ ہم اسے اس قید سے رہائی دلا دیں۔" وہ اب انہیں کندھوں سے تھام کر رسانیت سے سمجھا رہا تھا۔

"میں امان کی بات سے سمہت ہوں۔" انس صاحب کو اس کی بات بھلی لگی تھی۔

"لیکن اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ جو تم سوچ رہے ہو ویسا ہی ہوگا؟ کیا پتہ اس کے بالکل الٹ ہو۔" وہ اس کی جانب دیکھ جھنجلائی تھیں۔

"ہم سب تو نہیں گئے تھے کمرے میں لیکن آپ دونوں نے تو دیکھا تھا نہ آپ بتائیں کہ اس لڑکی اور اس کی ماں کو دیکھ کر آپ کو کیسی فیئنگز آئیں؟ کیا لگا تھا؟ بتائیں بھابی۔" اپنی ماں کے چہرہ پر نولفٹ کا بورڈ دیکھ وہ بھابی سے مخاطب ہوا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"انہیں دیکھ تو ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ بہت مجبور ہوں۔ خاص کر مہابیہ کی ماں وہ تو بہت افسردہ اور پریشان لگ رہی تھیں۔ مجھے لگتا ہے کہ اختر صاحب اپنے گھر کی عورتوں کو بہت دباؤ میں رکھتے ہیں۔" امان کے پوچھنے پر ایمن نے پر سوچ انداز میں ان عورتوں کا سارا حال کہہ سنایا۔

"اور مجھے بنا دیکھے ہی یہ محسوس ہو رہا تھا کہ اس گھر میں عورتیں غلام ہیں اور وہاں کے مرد خود کو ان عورتوں کا حکمران سمجھتے ہیں۔ تب ہی۔۔۔ تب ہی میں یہ چاہتا ہوں ماما کہ میں اس لڑکی سے شادی کروں۔ نارمل خاندان کی سلجھی ہوئی لڑکی سے تو ہر کوئی شادی کر لے گا مگر مجھے سطحی خاندان کی الجھی ہوئی مجبور لڑکی کو بسانا ہے۔ اس کی زندگی میں

آسانیاں لانی ہیں۔ یہ میرا آخری فیصلہ ہے اور اس کی اجازت مجھے میرے دین نے دی ہے۔ امید ہے آپ سب میرے فیصلہ کی قدر کریں گے۔ "تفصیلاً پوری بات ان سب کے گوش گزار کرو چپ ہو گیا۔

"میں تمہارے ساتھ ہوں بیٹا۔ رخسار انہیں کال کر کے ہاں کر دو۔" اس کی بات کے اختتام پر انس صاحب نے بھی حتمیہ انداز اپنایا تو رخسار بیگم چاروناچار راضی ہو گئیں۔

یوں یہ رشتہ بالآخر طے ہوا اور وہ دونوں رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔

\*\*\*\*\*

"کتنی مخالف تھیں تم اس رشتہ کے۔ وہ تو امان ڈٹ گیا۔" ماضی کو یاد کر انس صاحب گویا ہوئے۔

"ہاں۔۔ وہ ڈٹ گیا اور دیکھو اس کا فیصلہ صحیح ثابت ہوا۔ آج اسے مہابیہ کے ساتھ خوش دیکھ کر مجھے اندازہ ہو گیا کہ میں غلط تھی اور امان صحیح۔" وہ بیڈ پر بیٹھی مسکراتی تھیں۔

"بالکل۔۔ ضروری نہیں کہ ہر بار والدین ہی صحیح ہوں۔ کبھی کبھی بچے بھی صحیح فیصلہ کر لیتے ہیں۔" انس صاحب رسان سے کہتے ہوئے چمیر ہلا رہے تھے۔

"اور سب سے بڑی بات یہ کہ والدین کو اولاد سے وہ حق نہیں چھیننا چاہیے جو رب نے انہیں دیا ہے۔ والدین بچوں پر دباؤ ڈال کر اپنی من مرضیاں کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی اولاد پوری زندگی پچھتاتی ہے۔" رخسار بیگم خاصی سنجیدہ تھیں۔

"جی بیگم۔۔ اپنی دھونس جما کر ان کی شادی کروا کے اولاد کو فرمانبرداری کا سرٹیفکیٹ دینا معاشرتی لحاظ سے تو صحیح ہو سکتا ہے مگر دین کے لحاظ سے بالکل غلط ہے۔" انہوں نے بھی مسکرا کے اپنی بیگم کی تائید کی۔

وہ بھی مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلار ہی تھیں۔

دونوں ہی اپنے بیٹے کی خوشیاں دیکھ مطمئن تھے اور اللہ کے شکر گزار بھی کہ اس نے انہیں صحیح انتخاب کرنے میں مدد دی۔

\*\*\*\*\*

"تم تیار نہیں ہوئیں ابھی تک؟" ظہر کی نماز پڑھ کر امان کمرے میں آیا تو مہابیہ کو بیڈ پر یونہی گم ضم بیٹھا دیکھ حیران ہوا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تیار کیوں ہونا ہے؟" وہ چونکی پھر اٹکتے ہوئے بولی۔

"ہمیں جانا ہے نا ولیمہ کی شاپنگ کیلئے۔" وہ اس کے برابر بیٹھ گیا۔

"آپ جا کر لے آئیں۔ میں کیسے بازار جاسکتی ہوں؟" وہ الجھتے ہوئے بولی۔

"میں کیوں لے آؤں؟ تم اپنا جوڑا اپنی پسند کا لانا۔" وہ مسکرا کر گویا ہوا۔

"میں بازار نہیں جاسکتی ناس لئے کہہ رہی ہوں۔" وہ اپنی بات پر قائم تھی۔

"کیوں نہیں جاسکتیں؟ تم کوئی اکیلے تھوڑی جارہیں میں ہوں گا تمہارے ساتھ۔ میں شوہر ہوں تمہارا۔ تم میرے ساتھ کہیں بھی جاسکتی ہو۔ چلو اٹھو اور عبایا پہنو۔" امان سمجھ گیا تھا کہ یہ بھی اس کے ابا کا ہی حکم ہو گا۔

"دیکھو مہابیہ عورتوں کو بلا ضرورت بازار نہیں جانا چاہیے لیکن ضرورت کیلئے بازار جانے میں کوئی حرج نہیں اور پھر میں تو ہوں نا تمہاری حفاظت کیلئے۔" اسے ہنوز سکت بیٹھا دیکھ وہ خود ہی اٹھ کر الماری سے اس کا عبایا نکال لایا اور اسے تھما دیا۔

وہ کچھ دیر ہاتھوں میں عبایا لئے بیٹھی اسے دیکھتی رہی پھر بلا حیل و حجت عبایا پہننے لگی کہ اس کے سوا چارہ نہیں تھا کیونکہ وہ بھی اسے مسلسل دیکھ رہا تھا۔

عبایا پہن کر وہ کھڑی ہوئی اور اب شیشہ کے سامنے کھڑی نقاب لگانے لگی۔

"نقاب رہنے دو۔ اب تم اختر خان کی بیٹی نہیں امان رضا کی بیوی ہو سو اس لئے میں یہ چاہتا ہوں کہ تم محض حجاب کرو نقاب کی ضرورت نہیں۔" اس نے کہتے ہوئے اس کے ہاتھ سے نقاب لے لیا۔

وہ تھوڑی متذبذب تھی مگر امان کے چہرہ پر صاف لکھا تھا کہ وہ اس معاملہ پر بحث کے موڈ میں نہیں ہے سو اسے مانتے ہی بنی۔

وہ دونوں ساتھ ساتھ کمرے سے نکلے پھر رخسار بیگم کو مطلع کر شاپنگ کیلئے نکل پڑے۔

\*\*\*\*\*

وہ دونوں سیاہ شیشوں والی ایئر کنڈیشنڈ کار میں بیٹھے محو سفر تھے۔ کار میں بالکل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ امان سنجیدگی سے کار چلانے میں مشغول تھا جبکہ مہابیہ کچھ کنفیوز سی نظریں جھکائے بیٹھی تھی۔ نقاب نہ لینے کی وجہ سے اس کے چہرہ کے تاثرات صاف ظاہر ہو رہے تھے۔ اس کے علاوہ امان اس کی بے چینی بھی واضح طور پر محسوس کر پارہا تھا۔

"اپنی پر اہلم؟" کار ڈرائیو کرتے اس نے برابر میں بیٹھی مہابیہ کو ایک نظر دیکھا۔

"ہوں۔۔۔" کار میں اس کی آواز گونجنے پر وہ چونک کر چہرہ اٹھا کر اس کی جانب مڑی۔

"میں نے پوچھا کوئی مسئلہ ہے؟ کب سے دیکھ رہا ہوں تم ان ایزی لگ رہی ہو۔" اس نے اس کی جانب دیکھ اپنی بات وضاحت سے دہرائی۔

"وہ۔۔۔۔"

"کیا وہ؟ بولو۔" وہ اس کے ٹھہرنے پر سوالیہ لہجہ میں گویا ہوا۔

"اگر۔۔۔ اگر آپ برا نہ مانیں تو ایک بات پوچھوں؟" اس نے اٹک اٹک کر دھیمی آواز میں پوچھا۔



"نہیں پوچھو کیونکہ میں بہت جلدی برامان جاتا ہوں۔" اپنی ہنسی دبائے اس نے شرارت سے مہابیہ کو دیکھا۔

"ارے پوچھو۔ پاگل لڑکی مذاق بھی نہیں سمجھتی۔" وہ اس کی بات پر چپ ہو کر بیٹھ گئی تھی تو اسے ہی مذاق کا احساس دلانا پڑا۔

"آپ نے مجھے نقاب لینے سے کیوں منع کیا؟" وہ گہری سانس لے کر ہچکچاتے ہوئے بولی۔

"تمہیں نقاب کرنا پسند ہے؟" اس نے سوال در سوال پوچھا۔

"پسندنا پسند کا تو نہیں معلوم لیکن میں ہمیشہ سے لیتی آئی ہوں۔ ہمارے گھر میں سب خواتین لیتی ہیں۔ اس لئے مجھے نقاب کے بنانا ایزی لگ رہا ہے۔ مطلب اگر مجھے کسی نے دیکھ لیا تو۔۔۔ کوئی کیا سوچے گا۔۔ میں کیسے سب کا سامنا کروں گی؟" وہ سخت الجھن کا شکار تھی۔ نقاب اور حجاب کو لے کر اس کے خیالات امان کو منتشر لگے تھے۔

"تم کیوں نقاب لیتی ہو مہابیہ؟" اس نے ڈرائیو کے دوران نرمی سے اس سے سوال پوچھا۔

"ابانے کروایا ہے بچپن سے تو عادت ہے کرنے کی اور اب عجیب لگ رہا ہے نقاب کے بنا۔" اس نے ادھر ادھر دیکھتے وضاحت دی۔

"تم اللہ کیلئے حجاب یا نقاب نہیں کرتیں؟" وہ سادہ سے انداز میں نرمی سے پوچھ رہا تھا۔

"ابانے بولا تو کیا۔۔۔ مطلب۔۔۔" اسے کچھ نہ سوچھا تو بات اُدھوری چھوڑ دی۔

"مہابیہ نیک اعمال اللہ کیلئے کئے جاتے ہیں اب کیلئے نہیں۔ میں نے تمہیں نقاب لینے سے منع نہیں کیا۔ اگر تم چاہو تو لے سکتی ہو لیکن صرف اللہ کی خوشنودی کیلئے۔ ہاں میں نے ابھی اس لئے منع کیا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ یہ مناسب ہے اور تم بھی جان جاؤ گی ابھی کچھ دیر میں۔ باقی رہی بات پردہ کی تو میں خود بھی اچھے سے جانتا ہوں پردہ کی حقیقت۔ الحمد للہ بچپن سے ہی بابا کی رہنمائی میں دین اسلام کا بہت قریب سے مشاہدہ کیا ہے۔" وہ تفصیلاً اسے سمجھانے لگا۔

اس کی سنگت میں رہ کر آہستہ آہستہ مہابیہ اسلام کے اصل روشن پہلوؤں سے روشناس ہو رہی تھی۔

"لیکن مجھے لوگوں کا سامنا کرنے سے ڈر لگتا ہے۔ نقاب میں مجھے کوئی نہیں پہچان پاتا، کوئی نہیں دیکھ پاتا تو مجھے صحیح لگتا ہے۔" اس نے گفتگو میں پہلی بار کھل کے حصہ لیا تھا جو کہ امان کو کافی اچھا لگا تھا۔

"جبکہ چاہے نقاب کی صورت ہو یا حجاب کی، پردہ کا اصل مفہوم ہی یہی ہے کہ تم پہنچانی جاؤ اور تم پہنچان سے ہی ڈر کر نقاب لیتی ہو، یہ تو حکم کی پابندی نہ ہوئی۔" وہ پھر رسانیات سے اس کی الجھن سلجھانے لگا۔

"تمہیں پتہ ہے جب مسلمان عورتوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تھی کہ کفار انہیں چھیڑتے ہیں تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار سے وضاحت طلب کی تھی اور کفار نے جواب دیا تھا کہ ہم کیا جانیں کہ یہ مسلمان عورتیں ہیں؟ تب اللہ کی طرف سے وحی آئی تھی جس میں رب العالمین نے واضح کیا تھا کہ مسلمان عورتوں سے کہہ دو کہ پردہ کریں تاکہ پہنچان لی جائیں اور ستائی نہ جائیں اور تب مسلمان عورتیں نے پردہ کیا تھا۔ یہ تھی پردہ کرنے کی اصل حکایت اور تم پہنچان سے ہی ڈر رہی ہو؟" اس نے پھر اسے رب کا کلام سنایا تھا۔ اس کی آنکھیں پھر تشکر سے بھیگ گئی تھیں۔

"میں نے دین کو آج تک رب کے مطابق نہیں ابا کے مطابق سمجھا تھا۔ شاید اسی لئے۔۔۔۔۔" آنسوؤں کی روانی نے اسے بات مکمل نہ کرنے دی۔

"اونہوں۔۔۔۔۔ رو نہیں میری ہم سفر۔ ساتھ یہ سفر بہترین ہو گا اور اس کی منزل جنت ہو گی ان شاء اللہ۔ سب سے اہم بات تم اس حلیہ میں پہنچانی جا رہی ہو کیونکہ حجاب بھی مسلمان عورتیں ہی کرتی ہیں۔ دوپٹہ، حجاب، چادر، نقاب، یہ سب پردہ کے درجات ہیں۔" اس نے اس کے آنسو پونچھے تھے۔ وہ روتے ہوئے مسکائی تھی۔

"اور آخری بات تم چاہو تو نقاب کر سکتی ہو مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا مگر صرف رب کی خوشنودی کیلئے۔" باتوں ہی باتوں میں ان کی منزل آچکی تھی سو امان نے بات کا اختتام کر کار ایک خوبصورت سی آؤٹ لیٹ کے سامنے روک دی۔

"آجاؤ۔" کار سے باہر نکل اس نے مہابیہ کی طرف کا دروازہ کھولا۔ وہ جو کار سے باہر آنے کیلئے راستہ تلاش کرتی پریشان ہو رہی تھی، اس کے دروازہ کھولنے پر شکر گزار ہوتی باہر نکلی۔

اس کی سوچ کے برعکس باہر کوئی رش نہیں تھا۔ جہاں تک اس نے سنا تھا اس کے مطابق تو بازار میں بھیڑ ہوتی ہے مگر یہاں تو نہ کوئی دکانیں تھیں نہ ہی کوئی رش بلکہ خاصی پرسکون جگہ تھی جو اسے بھلی لگی تھی۔

"چلیں۔۔۔" وہ جو حیران نظروں سے ارد گرد کا جائزہ لے رہی تھی امان کے پکارنے پر اس کا بڑھا ہاتھ تھام کر سامنے بنی عمارت کے اندر داخل ہو گئی جو اس پر سکون جگہ پر تنہا شان سے کھڑی تھی۔

\*\*\*\*\*

وہ دونوں اس عمارت کے اندر آکر لکڑی کے جدید ڈیزائن والے صوفہ پر براجمان ہو گئے تھے۔ وہ لوگ اس وقت اس عمارت کے ایک کمرے میں موجود تھے۔ شیشے کے بنے دروازے سے باہر رکھے خوبصورت اور بھاری بھر کم لہنگے دکھائی دے رہے تھے جس سے معلوم ہو رہا تھا کہ یہ کپڑوں کی دکان ہے۔

"اگر یہ کپڑوں کی دکان ہے تو یہاں کوئی نظر کیوں نہیں آ رہا؟"

"السلام وعلیکم۔۔" وہ اپنی ہی سوچوں میں غلطاں تھی کہ تبھی شیشہ کا دروازہ کھول ایک طرح دار لڑکی اندر داخل ہوئی اور آکر لکڑی کی ٹیبل کے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"وعلیکم السلام۔۔" امان نے اس کے آنے پر نظریں جھکا کر سلام کا جواب دیا۔

"یہ میری مسز ہیں مہابیہ اور مہابیہ یہ مسز فرحت ہیں فیشن ڈیزائنر۔ ہمارے گھر کی خواتین انہی سے اپنے کپڑے ڈیزائن کرواتی ہیں سواب سے یہ آپ کی بھی ڈیزائن ہوئیں۔" اس نے دونوں فریقین کا تفصیلی تعارف کرایا تھا۔

"السلام وعلیکم مسز امان۔" مسز فرحت نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"وعلیکم السلام۔" اس نے دھیمی آواز میں جواب دیا۔

"آپ کو کیسا ڈریس چاہیے؟" وہ اب پوری طرح مہابیہ کی جانب متوجہ تھیں۔

مہابیہ نے مختصر میں پڑ کر امان کو دیکھا تھا جو مسلسل اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"مسز فرحت آپ ایسا کریں ہمیں ڈریس کارنر پر لے کر چلیں۔ میں مہابیہ کیلئے اپنی پسند کا ڈریس لینا چاہتا ہوں۔" وہ مخاطب مسز فرحت سے تھا مگر انہیں دیکھنے سے اجتناب برت رہا تھا۔ یہ بات مہابیہ نے بہت شدت سے محسوس کی تھی۔

"اوکے جیسا آپ چاہیں۔" اس کی اجازت ملتے ہی امان صوفہ سے اٹھا اور اسے لئے کسی معمول کی طرح شیشہ کے دروازے سے باہر نکل گیا۔

مہابیہ اس کی سگت میں چلتی ڈریس کارنر کی جانب پہنچی جہاں رکھے دیدہ زیب جوڑے اس کی آنکھوں کو خیرہ کر رہے تھے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

\*\*\*\*\*

امان نے خود ہی مہابیہ کیلئے ایک خوبصورت سا جوڑا منتخب کیا اور مسز فرحت کو خیر باد کہہ کر اسے لئے باہر کی طرف نکل آیا۔

"ارے مہابیہ تم؟ تم یہاں کیا کر رہی ہو؟" وہ امان کے ساتھ کھڑی تھی۔ وہ اس کیلئے دروازہ کھول رہا تھا کہ تبھی نسوانی آواز میں مہابیہ نام کی گردان سن وہ پلٹا اور ساتھ ہی مہابیہ بھی۔ آواز ان کے عقب سے آئی تھی۔

پچھے زوبیہ کھڑی تھی۔ مہابیہ اسے دیکھتے ہی پہچان گئی تھی اور یقیناً اس نے بھی مہابیہ کو پہچان لیا تھا۔

"یہ کون ہیں؟" امان نے بنا زوبیہ کو دیکھے اس سے پوچھا۔

"میں اس کی کالج فیلو بلکہ کالج کی اکلوتی دوست۔۔۔ ہے نامہابیہ؟ اور یہ آئی تھنک تمہارے ہر بینڈ ہیں؟" مہابیہ کے بولنے سے قبل ہی زوبیہ کی زبان نے تیزی دکھائی۔

مہابیہ کی تو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اچانک یہ زوبیہ نامی بلا کہاں سے اسلام آباد، لاہور سے اتنی دور آگئی تھی اس کے پیچھے۔ امان کی موجودگی میں زوبیہ کی باتیں اسے ڈر رہی تھیں۔ اس کا سانس یکدم گھٹنے لگا تھا۔ وہ یہاں سے بھاگ جانا چاہتی تھی مگر اس کے قدم جم گئے تھے۔

"یار تم تو اس دن کے بعد دکھی ہی نہیں اور شادی بھی کر لی بناتائے۔ میں سخت خفا ہوں تم سے۔ آڈیشن والے دن تمہاری وجہ سے ڈائریکٹر کے سامنے مجھے کتنی ذلت اٹھانی پڑی تھی اندازہ ہے تمہیں۔ خیر چھوڑو، اپنے شوہر کا تعارف تو کرواؤ۔" وہ مسلسل زبان کے جوہر دکھا رہی تھی اور امان کے چہرے کے زاویے سخت ہو رہے تھے جبکہ مہابیہ اندر ہی اندر لرز رہی تھی۔

"چلو مہابیہ۔۔۔" امان نے درمیان میں مداخلت کر کار کا دروازہ کھولا۔

"ارے ارے ارے۔۔۔" زوبیہ نے حیرانی سے امان کو دیکھا۔

البتہ مہابیہ دروازہ کھلتے ہی کسی روبوٹ کی طرح کار میں بیٹھ گئی اور اس کے بیٹھتے ہی امان نے دروازہ بند کر دوسری جانب قدم بڑھائے۔

"ارے اتنی بھی کیا بے رخی جی جاتی۔ میری مدد ہی کر دیں۔ میں اس سڑک سے گزر رہی تھی کہ میری کار خراب ہو گئی۔ کب سے یہاں کھڑی ہوں نہ کوئی لفٹ مل رہی ہے اور نہ ہی ملنے کا امکان دکھ رہا ہے۔ اوپر سے موبائل میں سگنلز بھی نہیں ہیں۔" یکدم ہی وہ امان کے سامنے آئی اور ایک ادا سے گویا ہوئی۔

امان نے اسے بنا کوئی جواب دیے اپنا رخ موڑا اور دوسری جانب سے جا کر کار میں بیٹھا اور زن سے کار بھگادی۔

دور جاتی کار کو دیکھتی زوبیہ مہابیہ کے چہرہ کے خوفزدہ سے تاثرات یاد کر مکاری سے مسکرا رہی تھی۔

"آج میں نے تمہارے ہاتھوں اٹھائی اپنی ذت کا بدلہ لے لیا مہابیہ بی بی جس کیلئے میں کب سے تڑپ رہی تھی۔۔۔۔"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

\*\*\*\*\*

"اندر جاؤ۔" واپسی کا پورا راستہ بالکل خاموشی سے گزرا تھا۔ وہ پورے راستہ خوف کے زیر اثر نیچے نگاہیں جھکائے انگلیاں مروڑتی رہی جبکہ امان منہ بند کئے ڈرائیو کرتا رہا۔ گھر پہنچنے پر اس نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے بیٹھے ہی اس کیلئے دروازہ کھولا تو وہ اس کی آواز سن چوکی۔

وہ بنا کچھ کہے باہر نکل گئی۔

"میں ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں رات دیر سے لوٹوں گا۔ اللہ حافظ۔" وہ اس کے نکلنے پر بولا تو اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ اس کی رنگت اڑی ہوئی تھی۔

"پریشان مت ہونا، کوئی مسئلہ ہو تو ماما کو بتا دینا۔ اب جاؤ اندر۔" اس کی زرد رنگت دیکھ اس نے اسے تسلی دی اور اس نے امان کے کہنے پر اندر قدم بڑھا دیے۔

امان نے اسے اندر تک جاتا دیکھا پھر تسلی ہونے پر کار کو لئے اپنی منزل کی جانب روانہ ہو گیا۔

\*\*\*\*\*

"ارے مہابیہ تم اکیلی آئیں، امان کہاں ہے؟" اس کے اندر داخل ہوتے ہی اس کی ساس نے سوال کیا۔

"وہ کسی کام سے گئے ہیں۔" انہیں بدقت جواب دے کر وہ اپنے آنسو ضبط کرتی اپنے کمرے کو جاتی سیڑھیاں تیزی سے چڑھنے لگی۔

پیچھے کھڑی رخسار بیگم کو اس کا رویہ کچھ عجیب لگا تھا۔ وہ پریشان سی ہو گئی تھیں۔

"ارے ماما کیا ہوا؟ کوئی مسئلہ ہے؟" رخسار بیگم کو سیڑھيوں کو یک ٹک پریشانی سے تکتا دیکھ کچن سے نکلتی ایمن ان کے نزدیک چلی آئی تھی۔



"ہوں۔۔۔ نہیں وہ بس مہابیہ مجھے کچھ پریشان سی لگی۔" چونک کر انہوں نے اپنی بہو کو وضاحت دی۔

"وہ تو امان کے ساتھ گئی تھی نا؟" ایمن نے استفسار کیا۔

"ہاں۔۔۔ ادھر سے ہی واپسی پر تو پریشان سی آئی اور اپنے کمرے میں چلی گئی بھاگتی ہوئی۔" انہوں نے پریشان لہجہ میں مزید کہا۔

"اما آپ پریشان نہ ہوں۔ آپ جانتی تو ہیں مہابیہ کی مینٹل سپوشن۔ اسے ہمارے گھر میں ایڈجسٹ ہونے میں وقت تو لگے گا نا؟" ایمن نے ان کو اپنے حصار میں لیا۔

"ہاں شاید میں زیادہ ہی سوچ رہی ہوں۔ اچھا عائشہ کہاں ہے؟" اپنی بہو کی بات پر وہ تھوڑی مطمئن ہو کر بات کا رخ اپنی پوتی کی جانب موڑ گئیں۔

ایمن بھی مسکراتے ہوئے انہیں عائشہ کے بارے میں بتانے لگی۔

\*\*\*\*\*

وہ بھاگتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئی اور دروازہ بند کر روتے ہوئے وہیں بیٹھ گئی۔

"اب امان بھی مجھے ماریں گے بالکل جیسے ابامارتے تھے کیونکہ انہیں میری حقیقت پتہ چل گئی ہے۔ اب وہ مجھے اپنے ساتھ نہیں رکھیں گے۔ وہ مجھے چھوڑ دیں گے، طلاق دے دیں گے۔ میں کیا کروں گی اب۔ کہاں جاؤں

\* \* \* \* \*

"نہیں وہ۔۔۔ پھر میں یہاں کیسے پہنچ گئی؟" وہ الجھن کا شکار تھی۔

"اڑ کر۔۔۔"

"ہیں"!!!!

"ارے بابا میں جب کمرے میں آیا تو تم دروازے پر پڑی تھیں چونکہ تمہارا وزن زیادہ نہیں ہے سو میں نے تمہیں گود میں اٹھا کر یہاں لٹا دیا اور پھر انتظار کرنے لگا تمہارے اٹھنے کا۔" اس نے ہلکے پھلکے انداز میں تفصیل بتائی۔

"چلو اب اٹھو اور منہ ہاتھ دھو لو۔ رات ہو رہی کھانا بھی تیار ہے اور تم شاید جب سے ہی سو رہی ہو تو نمازیں بھی قضا ہو گئیں ہوں گی تمہاری سو کھانا کھا کر پڑھ لینا۔" اس نے رسائیت سے کہا۔

وہ اس کے لہجہ میں کہیں بھی زوبیہ والی بات کا شائبہ تک نہیں کھوج پا رہی تھی سو وہ اس بات کو جھٹک کر منہ دھونے کی غرض سے کمرے میں بنے اٹیچ باتھ کی جانب بڑھ گئی۔

\*\*\*\*\*

امان چھ سات گھنٹے بعد جب واپس گھر آ کر کمرے کے دروازے پر آیا تو دروازہ اندر سے مقفل تھا جو کہ اس کیلئے حیران کن بات تھی۔

"مہابیہ کو دروازہ لاک کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟" سوچتے ہوئے اس نے جیب سے دروازہ کی چابی نکالی اور دروازہ کھول دیا مگر دروازہ کھلنے پر بھی پورا کھل نہیں پارہا تھا تو اس نے جھانک کر دیکھا اور جھانکنے پر معلوم ہوا کہ مہابیہ عبا میں ملبوس دروازے کے پاس ہی سو رہی تھی یا شاید بے ہوش تھی۔

وہ احتیاط سے اندر آیا اور اسے اٹھا کر بیڈ پر لٹا دیا پھر اسے عبا سے آزاد کر اس کا معائنہ کیا۔

وہ بے ہوش نہیں تھی بلکہ گہری نیند میں تھی سو اس نے اسے نیند سے جگانا مناسب نہ سمجھا اور برابر میں بیڈ کر اس کے جاگنے کا انتظار کرنے لگا جو کہ اب پورا ہو چکا تھا اور وہ اٹھ چکی تھی۔

\*\*\*\*\*

"اماں آپ یہاں کیسے؟" وہ دونوں ساتھ ہی لاؤنج میں داخل ہوئے تھے تب اس کی نظر رخسار بیگم کے ساتھ بیٹھی چائے پیتی مسرت پر گئی تو وہ چند لمحہ تو ساکت ہی رہ گئی پھر دوڑ کر نزدیک پہنچی اور ان کے سینے سے لگ گئی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ بھی اس کے آنے پر کھڑی ہو گئی تھیں اور پیار بھری نظروں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ وہ جب ان کے سینے سے لگی تو ممتا سے تڑپتے دل کو بالآخر راحت مل گئی۔

دونوں ماں بیٹی کافی دیر یونہی ساتھ لگی روتی رہیں۔ اماں اس کے نزدیک ہی کھڑا تھا جبکہ رخسار بیگم بھی دونوں ماں بیٹی کے اس ملن کو دیکھ جذباتی ہو گئی تھیں۔

ماں کے سینے سے لگی تو نہ جانے کیا کیا یاد آیا تھا۔ ابا کے ظلم، بھائی کی بے رخی، سسرالیوں کا اچھا سلوک، امان کی ایک ہی دن میں دی گئی بیش بہا محبت اور پھر زوبیہ کی مکاری۔۔۔۔۔ اور اب دل امان کا سامنا کرنے سے ڈر رہا تھا۔

"مہابیہ بس کرو۔۔۔ کیوں ہلکان کر رہی ہو خود کو اور پریشان کر رہی ہو اماں کو؟" روتے روتے اس کی ہچکیاں بندھ گئیں تو امان آگے آکر فکر مندی سے گویا ہوا اور اسے اور مسرت کو دھیرے سے الگ کیا۔

"ہاں بیٹا امان صحیح بول رہے ہیں۔ بس چپ ہو جاؤ۔" مسرت نے الگ ہو کر اس کے آنسو پونچھے۔

"ہاں بھی بہت ہو گیا رونادھونا۔ کھانا نکل گیا ہے سب چل کے پہلے کھانا کھالو پھر باقی کارونادھونا کر لینا۔" ملنے ملانے کے درمیان ہی ایمن چپکتی ہوئی لاؤنچ میں داخل ہوئی اور سب کو کھانے کا بلاوا دیا۔

"ہاں چلیں سب۔۔۔ اماں کھانا کھائیں پھر آرام کریں۔ اتنا لمبا سفر کیا ہے یقیناً تھک گئی ہوں گی۔" امان نے مسرت کو چلنے کا اشارہ کیا اور مہابیہ کا ہاتھ تھام کر سب کے پیچھے ہو لیا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

ہاتھ تھامنے پر مہابیہ نے اس کی جانب دیکھا تھا مگر وہ سامنے دیکھتا آگے بڑھ رہا تھا۔

\*\*\*\*\*

خوشگوار ماحول میں سب نے مل کر کھانا کھایا اور کھانے سے فراغت کے بعد چائے کا دور چلا۔ اس بیچ باتیں بھی جاری تھیں۔ وہ سب لوگ مسرت کا حال احوال پوچھ رہے تھے۔ مسرت بھی سب کو مختصر جواب دے رہی تھیں۔ یہ ان سب کی ان سے دوسری ملاقات تھی جو کہ پہلی ملاقات کے مقابلہ خاصی مختلف تھی۔ وہ آج کسی ڈر و خوف کے زیر

سایہ نہیں لگ رہی تھیں۔ یوں لگ رہا تھا کہ وہ مطمئن اور پرسکون ہیں۔ ان کا لہجہ، ان کا انداز سب ہی کچھ اس دن سے بالکل الگ تھا جو کہ خاصا اچھا لگ رہا تھا۔

"اماں اب آپ آرام کر لیں پھر کل ولیمہ ہے تو بہتر رہے گا کہ آپ کی تھکن اتر جائے۔" کافی دیر سے چل رہی باتوں کے درمیان اماں کو ان کی تھکن کی فکر ہوئی تو وہ ان کی جانب متوجہ ہوا۔

مہابیہ اور مسرت نے ایک ساتھ اس کی جانب دیکھا۔ دونوں ہی کی آنکھوں میں تشکر تھا۔

"جیتے رہو بیٹا۔ آپ کا بیٹا بہت فرمانبردار ہے بہن جی پورا راستہ اس نے میرا خیال رکھا اور اب بھی میری فکر کر رہا ہے۔ سچ میں آپ سب سے مل کر مجھے اپنی مانگی ہوئی دعاؤں کی قبولیت پر یقین آ گیا۔ بہت شکریہ آپ سب کا۔" وہ جذباتی ہوتی گلوگیر لہجہ میں بولیں تو ان کے ساتھ بیٹھی رخسار بیگم نے انہیں اپنے ساتھ لگا لیا۔

مہابیہ کی آنکھیں بھی نم تھیں اور مسلسل اپنے نصیب کے ماہ کامل پر ٹکی ہوئی تھیں جو مسکراتے ہوئے ارد گرد کو روشن کر رہا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"مسرت بہن مہابیہ ہماری بیٹی ہے اور ہمارے لئے باعثِ رحمت ہے۔ ہم اللہ کی رحمت سے کیونکر منہ موڑیں اور کفرانِ نعمت کریں، ہم تو اسے سر آنکھوں پر بٹھائیں گے تاکہ اللہ ہمارے لئے آسانیاں کرے۔" جواب میں انس صاحب تفصیل سے بولتے ہوئے ان کو مزید مطمئن کر گئے۔

"بھابھی آپ اماں کو ان کا کمرہ دکھادیں گی پلیز۔" اماں ایمن کی طرف دیکھ متانت سے گویا ہوا۔

"ضرور۔۔۔۔"

"آئیں آنٹی میں آپ کو کمرہ دکھاؤں۔" ایمن ان کے نزدیک آئی اور انہیں لئے جانے لگی کہ تبھی مہابیہ کی آواز پر ٹھہری۔

"میں آج اماں کے پاس سو جاؤں؟" وہ دھیرے سے بنا کسی کو مخاطب کئے بولی۔

اس کی آواز پر کچھ دیر کیلئے سب ساکت ہو گیا۔ سب لوگ اماں کے جواب کے منتظر تھے کہ محض اس کی ہی اجازت مہابیہ کو درکار تھی۔

"جی بالکل سو جاؤ۔ اچھا ہے اماں کو بھی دوسرا ہٹ رہے گی اور تم بھی ماں سے اپنے دکھ سکھ بانٹ لو گی۔" اماں نے بہت پیار سے اسے اجازت دی تو وہ اس کی طرف شکر گزاری سے دیکھ اپنی ماں کے ہمراہ ایمن کی رہنمائی میں ان کیلئے تیار کئے کمرہ کی جانب بڑھنے لگی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

\*\*\*\*\*

"ابھی تو میں بچ گئی مگر کبھی نہ کبھی تو اماں کا سامنا کرنا پڑے گا نہ اور جب وہ سوال کرے گا تو میں کیا کہوں گی۔ تب۔۔۔ تب تو وہ مجھے مارے گا یا شاید۔۔۔ شاید مجھے طلاق۔۔۔ نہیں۔۔۔ پھر۔۔۔ پھر میں کہاں جاؤں گی۔۔۔ اب۔۔۔ اب تو مجھے مار ہی ڈالیں گے۔۔۔ اور۔۔۔ اور اماں تو۔۔۔ اماں تو آج کتنی خوش تھیں۔۔۔ جب انہیں۔۔۔ پتہ چلے گا کہ اماں اور میں اب ساتھ نہیں رہیں گے۔۔۔ تو وہ تو صدمہ سے مر ہی جائیں گی۔۔۔" سوچوں کے بھنور میں بھٹکتے آنسوؤں سے ترچہرہ تکیہ میں چھپائے اس نے بچکی کا گلا گھونٹا۔

برابر میں مسرت سو رہی تھیں سو وہ دوسری جانب رخ موڑے دھیمی آواز میں رو رہی تھی اور اپنی سسکیوں کو اپنے اندر ہی اتار رہی تھی کہ کہیں مسرت کی نیند کھلنے پر وہ اسے یوں روتا دیکھ ہلکا نہ ہو جائیں۔

وہ دبی دبی سسکیاں لے رہی تھی۔ اس کا دماغ منتشر اور دل بے چین ہو رہا تھا۔ رات آدھے سے زیادہ گزر چکی تھی اور نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ اسے یونہی ایک ہی کروٹ لیٹے روتے ہوئے رات کا خاصا حصہ گزر گیا تھا۔ مسرت اس کے بالکل برابر میں دوسری جانب کروٹ لئے مطمئن سے سو رہی تھیں۔

سوچوں کی یلغار میں اچانک ایک خیال اس کے ذہن سے ٹکرایا اور وہ اس پر عمل کرنے کی نیت سے بستر سے اٹھ کر کمرہ میں بنے اٹیچ باتھ کی طرف چلی گئی۔

کچھ دیر بعد پانی سے بھیگا چہرہ لئے وہ واپس آئی۔ دوپٹہ چہرہ کے گرد لپیٹا اور جائے نماز بچھا کر اللہ کی بارگاہ میں نماز پڑھنے کیلئے کھڑی ہو گئی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

نماز مکمل کر اس نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے۔ اس کا شفاف چہرہ آنسوؤں سے تر تھا اور وہ بری طرح ہچکیاں لے رہی تھی مگر آواز اماں کے خیال سے پست ہی تھی۔

"یا اللہ مجھے امان کی نظروں میں کرنے سے بچالے اور مجھے اس کا دائمی ساتھ نصیب کر۔۔۔۔۔" اس کے رونے میں مزید روانی آگئی تھی۔

\*\*\*\*\*



"مہابیہ یہاں کیوں سو رہی ہو بیٹا؟" مسرت کی آواز پر وہ چونک کر اٹھی تو خود کو جائے نماز پر لیٹا پایا اور انہیں متفکر سا خود کو دیکھتا۔

آنکھ کھلتے ہی سارا منظر یادداشت میں واضح ہوا اور اماں کی پریشانی کی فکر ستائی کہ اس کے پاس ان کی باتوں کا کوئی جواب نہیں تھا۔

"یہاں کیوں سو رہی تھیں اور تمہاری آنکھیں کیوں اتنی لال ہو رہی ہیں؟" مزید سوال اور بھی زیادہ پریشانی میں کئے گئے۔

"آپ کب اٹھیں اماں؟" جواب دینے کی بجائے سوال پوچھا۔

"میں تو تہجد کیلئے اٹھی تھی، تمہیں پتہ تو ہے عادتاً اسی وقت آنکھ کھل جاتی ہے۔ اٹھ کر دیکھا تو تمہیں یہاں لیٹا پایا اسی لئے تمہیں دیکھنے نزدیک چلی آئی اور تم یہاں سوئی ملیں وہ بھی اس حال میں۔ کیا ہوا ہے؟ کچھ پریشانی ہے؟ اماں کو نہیں بتاؤ گی؟" انہوں نے تفصیل سے جواب دے کر پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

بس یہی وہ لمحہ تھا جب وہ مزید ضبط نہ کر پائی اور ان کی گود میں سر رکھ کے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"یا اللہ!! کیا ہوا ہے میری بچی۔۔۔ کیوں ہلکان کر رہی ہے ماں کو؟" مسرت اس کے رونے پر ہول کر رہ گئیں۔

وہ بنا کوئی جواب دیے بس روئی جا رہی تھی۔ مسرت نے بھی کچھ دیر اسے رونے دیا مگر دل ان کا بری طرح لرز رہا تھا۔ وہ تو سمجھ رہی تھیں کہ مہابیہ خوش ہے مگر یہاں تو وہ اکیلے گھٹ گھٹ کے رو رہی تھی وہ بھی اس بری طرح۔۔۔

"نہ جانے کیا ماجرا ہے۔۔۔۔" ان کا دل ڈوب رہا تھا۔

\*\*\*\*\*

ماں کی پناہوں میں رو کر دل کا بوجھ کچھ ہلکا ہوا تو اس نے ہولے سے سر اٹھا کر ان کی جانب دیکھا۔ وہ حسب توقع فکر مندی سے اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔

"کیا ہوا ہے بیٹا؟ مجھے بتاؤ تو سہی۔ اماں نے کچھ برا کیا ہے تمہارے ساتھ یا اس کے گھر والوں نے؟ کیا وہ سب بھی منافق ہیں؟" وہ اس کے چہرے کو تھپک کر کسی انہونی کے زیر اثر پوچھ رہی تھیں۔

"نہیں اماں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ بس۔۔۔۔۔ وہ بس آپ کی یاد آرہی تھی تو اس لئے۔۔۔۔۔"

"اس لئے تم میرے یہاں آنے کے بعد اور سونے کے بعد یوں جائے نماز پر رو رہی تھیں۔۔۔۔۔ ہے نا؟" انہوں نے پیچ میں اس کی بات کچھ یوں کاٹی کہ وہ لاجواب ہو گئی۔

"اب سچ سچ بتاؤ بیٹا کیا بات ہے، میرا دل گھبرا رہا ہے۔" ان کے چہرہ پر فکر مندی کے آثار نمایاں تھے۔

"اماں ماضی میں سرزد ہوئی ایک لغزش، میرے مستقبل کو مسمار کر گئی۔" کافی دیر شش و پنج میں رہنے کے بعد بالآخر اس نے اپنی ماں کے آگے ہتھیار ڈال دیے۔

"کیسی لغزش؟" وہ مزید گھبرا گئیں۔

ان کی جانب دیکھ اس نے بھرائی آواز میں انہیں شروع سے لے کر آخر تک کی پوری داستاں کہہ سنائی کیونکہ اس کے علاوہ اس کے پاس کوئی چارہ نہیں تھا۔

"دیکھو بیٹا جو ہوا وہ نہیں ہونا چاہیے تھا مطلب تم نے ایک غلط قدم اٹھایا لیکن جو ہو گیا اسے بدلا نہیں جاسکتا تو اب بہتر یہی ہے کہ تم سب بھول جاؤ اور اپنی نئی زندگی جیو۔" انہوں نے اپنے تئیں اسے مناسب مشورہ سے نوازا۔

"اماں یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟" اس کی آواز لرزی تھی۔

"جو کہہ رہی ہوں ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ مہابیہ ذرا عقل سے سوچو۔ اماں اچھا لڑکا ہے، تمہیں چاہتا ہے۔ اگر سچ پتہ چلنے کے بعد اس نے تمہیں طلاق دے دی تو تم کہاں جاؤ گی؟ تمہارے ابا تمہیں جان سے مار دیں گے۔" مسرت گھبرائی ہوئی آواز میں اس کی سوچوں کو زبان دے رہی تھیں۔

"لیکن اماں اماں بہت اچھے انسان ہیں۔ میں انہیں دھوکہ نہیں دے سکتی۔" اس کا دل کسی طور راضی نہ تھا۔

"بیٹا یہ دھوکہ نہیں ہے۔ تم اب تو ایسا کچھ نہیں کر رہیں نا؟ تم اپنی ماں کا سوچو اس عمر میں کہاں خوار ہوں گی تمہیں لے کر۔" وہ بے حد خوفزدہ تھیں۔

"میں یہ نہیں کر سکوں گی۔" وہ بری طرح ٹوٹ گئی تھی۔ ایک طرف اماں کی پریشانی اور دوسری طرف اماں کی محبت۔۔۔ کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔۔۔

"تمہیں یہ کرنا ہو گا۔۔۔ بیٹا میں ہاتھ جوڑتی ہوں تمہارے سامنے۔ اپنی ماں کو مزید جہنم میں مت دھکیلو۔" انہوں نے بے بسی سے اس کے سامنے باقاعدہ ہاتھ جوڑے جو اس کی غیرت گوارہ نہ کر سکی۔ ان کے ہاتھ نیچے کر اس نے انہیں سینے سے لگا لیا۔

\*\*\*\*\*

"یا اللہ میری بچی کا گھر آباد رکھنا۔ میرے مالک اماں کے دل کو سد اس کیلئے نرم رکھنا۔ میرے رب میری بچی کو معاف کر دے۔ اس کی زندگی جہنم نہ بن جائے میرے مالک۔ اس نے بہت دکھ جھیلیں ہیں، اب مزید اذیت سے بچالے اسے۔ اسے اپنے گھر میں آباد رکھ۔ آمین۔" مہابیہ کو سونے کیلئے بھیج کر مسرت نے تہجد کی نماز ادا کی اور اپنے خالق کے حضور ہاتھ پھیلا کر اپنی بچی کی پرسکون زندگی کیلئے سہا ہوا دل لئے روتی ہوئی فریاد کرنے میں مشغول ہو گئیں۔

\*\*\*\*\*

صبح اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ آن وارد ہوئی۔ آج اماں اور مہابیہ کا ولیمہ تھا سو گھر میں معمول سے زیادہ گہما گہمی مچی ہوئی تھی۔ مہمانوں کی آمد ہو چکی تھی۔ سب ہی رشتہ دار گھر میں موجود تھے اور خوش گپیاں چل رہی تھیں۔

امان کی کزنز مہابیہ کو گھیرے ہوئے اس سے ڈھیروں باتیں کر رہی تھیں۔ وہ بھی ہوں ہاں کرتی ان لوگوں کا ساتھ دے رہی تھی۔ مسرت بھی رخسار بیگم کے ساتھ بیٹھی ان سے اور باقی رشتہ دار خواتین سے باتوں میں مشغول تھیں جبکہ تمام مرد ڈرامینگ روم میں بیٹھے کرکٹ میچ دیکھ رہے تھے۔ الغرض گھر میں خوب رونق لگی ہوئی تھی۔

"مہابیہ میں آفس جا رہا ہوں شام تک ہی لوٹوں گا۔ پانچ بجے کے قریب تمہارا ڈریس گھر آجائے گا سو تم تیار ہو جانا۔" امان فارمل ڈریس میں تیار سا اس کے پاس آیا اور عجلت میں بولا۔

مہابیہ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو نگاہ اس پر ٹھہر سی گئی۔ سرمئی رنگ کے ڈریس پینٹ اور کوٹ کے ہمراہ سی گرین شرٹ اور سفید ٹائی میں ملبوس وہ عام حلیہ سے قدرے مختلف اور زیادہ جاذب نظر لگ رہا تھا۔ مہابیہ کی نگاہ اس پر اٹھی تو ہٹنے سے انکاری ہو گئی۔

"اف او۔۔۔ بھئی امان بھائی کو تو بھابھی کی ایک ایک چیز کی اپڈیٹ ہے۔ میاں ہیں یا پرسنل سیکرٹری۔۔۔" امان کی چچا زاد نے مہابیہ کو ہلکا سا جھٹکا دیا اور شرارت سے گویا ہوئی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

اس کا جھٹکا لگنے پر وہ یکدم ہوش میں آئی اور نظریں جھکا گئی۔

"ہاں بھئی بالکل پرسنل سیکرٹری ہوں۔ ہاں بس کچھ زیادہ ہی پرسنل۔۔۔۔" امان نے اسے شوخ نظروں میں لیتے ذومعنی انداز اپنایا تو وہ مزید سمٹی جبکہ ساری کزنز نے ہونٹنگ کر مہابیہ کو اور بلش کرنے پر مجبور کر دیا۔

امان اپنا جملہ مکمل کر اسے اللہ کے سپرد کر تا مگر کزی دروازہ کی جانب بڑھ گیا جبکہ پیچھے ابھی بھی سب لڑکیوں کی چھیڑ چھاڑ جاری تھی۔

\*\*\*\*\*

شام کے ساتھ بیٹھ رہے تھے۔ ولیمہ کی سادہ سی پروقار تقریب کم دعوت کا انتظام ایک ہوٹل میں کیا گیا تھا جہاں ان سب لوگوں کو آٹھ بجے پہنچنا تھا سو اسی لئے سب ہی تیاری میں لگے ہوئے تھے۔ اسے بھی تیار ہونا تھا مگر سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کس طرح تیار ہو؟

امان بھی ابھی تک آفس سے نہیں لوٹا تھا۔ فی الحال تو اسے یہ مناسب ہی لگ رہا تھا کہ اس سے سامنا نہ ہو۔ اس نے دل میں ٹھان لی تھی کہ رات میں ولیمہ کی تقریب سے لوٹنے کے بعد وہ اس سے زوبیہ والے معاملہ پر بات کرے گی اور پھر جو اس کا فیصلہ ہو گا وہ کھلے دل سے قبول کر لے گی اور امان کو ساتھ لئے اس گھر سے اور امان کی زندگی سے چلی جائے گی۔ لاکھ اماں کے منع کرنے کے باوجود بھی اس کا دل امان کو دھوکہ میں رکھنے سے انکاری تھا۔

وہ یونہی سوچوں میں گم تھی کہ ایمن کمرے میں اجازت لے کر داخل ہوئی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کن سوچوں میں گم ہو د لہنیا؟" وہ اس کے نزدیک آ بیٹھی۔

"کیسے تیار ہونا ہے کچھ سمجھ نہیں آرہا۔" اس نے اپنی جیٹھانی کو اپنی فی الوقت کی مشکل بتائی۔

"بس اتنی سی بات۔ اس میں تو کچھ مشکل نہیں۔ چلو آؤ میں تمہاری مدد کرتی ہوں تیار ہونے میں۔ تم اپنا جوڑا پہن کر آ جاؤ۔" ایمن نے چٹکیوں میں اس کی مشکل حل کر دی۔

"ٹھیک ہے۔" وہ مسکرائی اور جوڑا اٹھائے چنچ کرنے کی غرض سے اٹیچ باتھ کی جانب چل دی۔

پچھے ایمن اس کی باقی ضروریات کا سامان اکٹھا کر اس کا انتظار کرنے لگی جو کہ جلد ہی ختم ہوا اور وہ ولیمہ کا جوڑا پہنے باتھ روم سے باہر نکلی۔

"ماشاء اللہ دیورانی صاحبہ آپ پر تو یہ جوڑا بہت بچ رہا ہے۔ چلو اب جلدی یہاں بیٹھو تو میں تمہیں مکمل تیار کر دوں۔" اسے دیکھ بے ساختہ ایمن نے تعریف کی اور اسے تھام کر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بٹھادیا۔

\*\*\*\*\*

ولیمہ کا انتظام ایک ہوٹل کے پرائیویٹ ایریا میں کیا گیا تھا۔ یہ ایک بڑی سی ہال نما جگہ تھی جہاں دو ٹیبلز لگی تھیں۔ جن میں سے ایک ٹیبل پر ساری خواتین بر اجماع تھیں جبکہ دوسری ٹیبل مردوں کیلئے مخصوص کی گئی تھی۔

مہابیہ اور امان سب کے پہنچنے کے بعد ایک ساتھ تقریب میں داخل ہوئے تو سب ہی نے پھولوں کی پتیاں نچھاور کر ان کو خوش آمدید کہا۔

وہ دونوں میچنگ ڈریس پہنے ایک دوسرے کے ہمراہ بالکل مکمل لگ رہے تھے۔ مہابیہ نے پستی رنگ کی میکسی زیب تن کی تھی جس پر نفیس ساقشی کا کام ہوا تھا۔ چہرہ کے گرد اسی کا ہم رنگ مخملیں حجاب لپیٹا ہوا تھا اور چہرہ میک اپ سے عاری بالکل سادہ تھا جبکہ جیولری اور چوڑیاں مفقود۔

دوسری جانب اس کے ساتھ کھڑا امان بھی پستی رنگ کی شرٹ کو سیاہ رنگ کے کوٹ پینٹ کے ہمراہ زیب تن کئے، بائیں کلائی پر سیاہ رسٹ واچ اور اسی رنگ کے جوتے پہنے خاصا دلکش لگ رہا تھا۔

دونوں ساتھ ساتھ اندر داخل ہوئے۔ امان نے اسے خواتین کی ٹیبل پر بٹھایا اور خود جا کر مردوں کے ساتھ بیٹھ گیا۔

ان کے پہنچنے کے کچھ دیر بعد ویٹرز کھانا سرو کر گئے تھے۔ انتہائی خوشگوار ماحول میں سب نے مزیدار کھانے سے لطف اٹھایا اور یوں ان کے ولیمہ کی سادہ سی شام نہایت خوبصورتی کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی۔

\*\*\*\*\*

"بہت خوبصورت لگ رہی ہو تم اس کلر میں۔" امان نے نزدیک آکر اسے پیچھے سے تھاما اور آئینہ میں نظر آتے اس کے عکس کو اپنی شوخ نظروں کے حصار میں لیا۔ وہ جو اپنی ہی سوچوں میں گم صم کھڑی تھی امان کی گمبھیر آواز پر چونکی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

اس کی آواز سن اس کا دل الگ ہی لے پر دھڑکا تھا۔

"ویسے کل تم نے بڑی زیادتی کی میرے ساتھ۔ اماں کے آتے ہی شوہر کو نولفٹ کا سائن دے کر چلی گئیں۔ پتہ ہے پوری رات تڑپتا رہا تمہارے لئے۔" اس کا ذومعنی انداز اور آنکھوں کی گستاخیاں مہابیہ کو پسینہ پسینہ کر گئیں۔

نگاہیں اسے دیکھنے کی تاب نہ لاسکیں اور خود بخود جھک گئیں۔



"چلو اب ادھر دیکھو۔ کیا آئینہ کے سامنے ہی کھڑی رہو گی بیڈ پر تشریف لے آؤ تا کہ یہ بندہ ناچیز کو بھی کچھ پل راحت کا سامان ہو۔" اس کا رخ اپنی جانب کر اس نے اس کی جھکی گردن اٹھائی۔

دونوں کی آنکھیں چار ہوئیں اور مہابیہ نے پھر نگاہیں چرائیں۔

اب کی بار امان نے بنا کچھ کہے اسے اپنی بانہوں میں اٹھایا اور لا کر احتیاط سے بیڈ پر بٹھا دیا۔

"مجھے۔۔۔ مجھے آپ کو کچھ بتانا ہے۔" وہ جو ابھی پیش قدمی کر رہی رہا تھا اس کی آواز سن بد مزہ ہوا تھا۔

"کیا ہے یار؟ تمہیں اس وقت کیا بات بتانی ہے؟" اس کا سارا موڈ غارت ہو گیا تھا۔

مہابیہ نے کن آنکھوں سے اس کی جانب ڈرتے ہوئے دیکھا۔

"اچھا بتاؤ، میں سن رہا ہوں۔" اس کے چہرہ پر خوف دیکھ وہ ٹھنڈا ہوا اور ہموار لہجہ میں اس کو خود سے نزدیک کر بولا۔

"وہ کل دوپہر میں جب ہم لوگ شاپنگ پر گئے تھے تب۔۔۔۔۔" وہ ساری ہمت جمع کر بولنا شروع ہوئی۔

"تب کیا؟" اس کا ادھر اور اجملہ امان کو کھلا۔

"تب زوبیہ ملی تھی نا۔؟ یاد ہے آپ کو۔" وہ ڈرتے ہوئے بول رہی تھی۔

"ہاں یاد ہے تو؟" اسے اس وقت اس بات کو کرنے کا مطلب کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔

"اس نے جو بات کہی تھی آڈیشن والی۔۔۔" اس کی آنکھوں سے ضبط کے باوجود بھی آنسو بہہ نکلے۔

"تو اس میں رونے کی کیا بات ہے میری جان۔ یوں خود کو ہلکان نہ کرو۔" امان کو اس کے آنسو دیکھ تکلیف ہوئی تھی جو اس کے چہرہ سے بھی عیاں تھی۔

"امان میں۔۔۔ میں آپ کو سب بتاتی ہوں کہ میں آڈیشن کیلئے کیوں گئی تھی۔۔۔" وہ رونے کے درمیان بول رہی تھی۔

"کچھ بتانے کی ضرورت نہیں ہے مہربانی۔ مجھے کچھ نہیں جاننا۔ جو کچھ بھی ہوا، تمہارے آڈیشن پر جانے کی جو بھی وجہ تھی، تم نے ماضی میں جو بھی کچھ کیا مجھے نہیں جاننا۔ میں ہوتا کون ہوں تمہارے ماضی کو جاننے والا یا اس کی بنیاد پر تمہیں جج کرنے والا۔ ہو آئی ایم؟ نتھنگ بٹ آسن فل ہیو من۔" وہ اس کے آنسو پونچھتا اپنے الفاظ سے اس کی تکلیف پر مرہم رکھ رہا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"مگر یہ آپ کا حق ہے کہ آپ جانیں کہ آپ کی بیوی کیسی عورت تھی اور پھر اس بنیاد پر فیصلہ کریں کہ میں اس لائق ہوں کہ آپ کی زوجیت میں رہوں۔۔۔۔۔" وہ ہنوز شرمندہ تھی اور اپنی بات پر قائم۔

"میری بیوی ایک باحیا مقدس عورت ہے جو میرے سچے جذبوں کی قدردان ہے اور مجھے اس کے ماضی سے کوئی سروکار نہیں۔ میں اپنی بیوی کی ہمراہی میں جنت تک کا سفر کرنا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ جنت میں بھی تم ہی میری ہم سفر بنو۔" اس کے سارے خدشات کو مٹی کر تا وہ اسے بانہوں میں بھرے اس کو سکون بخش رہا تھا۔

"اور ایک بات میری جان اگر تمہیں لگتا ہے کہ تم نے ماضی میں کوئی ایسا کام کیا ہے جو اللہ کی حدود سے باہر تھا تو اس کی معافی اللہ سے طلب کرو۔ وہ رحمن ہے تمہیں معاف کر دے گا۔ دل میں کبھی کسی بھی قسم کا خوف مت لانا۔ اللہ نے مجھے تم سے ملایا ہے۔ مجھے تم سے کوئی نہیں چھین سکتا۔ سمجھیں میری جگر کی ٹکڑی۔۔۔" متانت سے بات مکمل کر وہ آخر میں شوخی سے بولا تو مہابیہ کو لگا کہ اس کا دل آزاد ہو گیا۔

وہ اب مطمئن تھی۔ امان نے اسے یقین کی طاقت بخشی تھی اور اس کے دل سے سارے ڈر نکال دیے تھے۔ وہ اس کے سینے سے لگی طمانیت سے مسکرا رہی تھی۔

"اچھا اب تو ہو گئی نا تمہاری بات مکمل؟" یکدم ہی اسے خود سے الگ کر اس نے اسے سامنے کیا۔

"جی۔۔۔" وہ اٹک کر بولی۔

"تو اگر اب آپ کی اجازت ہو تو آپ کا یہ ہینڈ سم سا شوہر اپنی خوبصورت، نازک اندام، شرمیلی گھبریلی، سراپا حسین و دلکش بیوی کے ساتھ کچھ پیار بھری جسارتیں کرنے کی کوشش کر سکتا ہے؟" وہ خاصا سنجیدہ تھا اور مہابیہ تو ہونق بنی اسے دیکھ رہی تھی مگر آخر تک آتے آتے جب اسے بات سمجھ آئی تو بے ساختہ نظریں جھک گئیں۔

امان کی بے قرار یوں کو مزید نہ بڑھاتے وہ بالآخر خود کو اس کے سپرد کر خود کو اور اسے دونوں کو مطمئن کر گئی۔

اس کی زندگی میں اب بہاریں ہی بہاریں تھیں۔ امان کی پل پل بڑھتی محبت اسے یقین دلارہی تھی اور وہ اس کی محبتوں کی بارش میں بھیگتی سرشار ہو رہی تھی۔

\*\*\*\*\*

وہ لوگ کار میں بیٹھے اسلام آباد سے لاہور کی جانب محو سفر تھے۔ امان اور مہابیہ آگے کی سیٹ پر بیٹھے تھے اور مسرت آرام دہ انداز میں پیچھے کی سیٹ پر براجمان تھیں۔

ہلکی پھلکی باتوں کے درمیان ان کا یہ سفر جاری و ساری تھا۔

"گھر سے بنا اجازت کے آتو گئی اب واپسی پر نہ جانے امام صاحب کیا سلوک کریں گے۔ اگر انہوں نے ہاتھ اٹھایا تو داماد کے سامنے میری کیا عزت رہ جائے گی۔ یا اللہ تو میری لاج رکھنا۔"

"اماں کوئی مسئلہ تو نہیں ہے نا؟ آپ کو کچھ چاہیے؟" بیک ویو مرر میں نظر آتا مسرت کا فکروں میں جکڑا چہرہ دیکھ امان نے انہیں پکارا تو وہ سوچوں سے باہر آئیں اور اس کی جانب متوجہ ہوئیں۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"نہیں بیٹا بس یو نہی۔ اتنا سفر کرنے کی عادت نہیں ہے نا تو تھکن سی ہو رہی ہے۔" اب کچھ تو بہانہ بنانا ہی تھا۔

"تو آپ سیٹ سے تھوڑی ٹیک لگائیں وہ پیچھے کو ہو کر سیدھی ہو جائے گی، آپ اس پر نیم دراز ہو جائیے گا۔" امان نے ڈرائیو کرتے ہوئے انہیں تفصیل سے آگاہ کیا۔

انہوں نے بھی بنا کسی حیل و حجت کے اس کی ہدایت پر عمل کیا اور آرام دہ ہو کر بیٹھ گئیں۔ وہ الگ بات تھی کہ دل ان کا ہنوز بے چین تھا۔

\*\*\*\*\*

سفر اپنے اختتامی مراحل میں داخل ہوتا بالآخر امام اختر خان کے گھر کے مرکزی دروازے کے سامنے تمام ہوا۔ کار رکتے ہی مسرت کا دل بھی رکا تھا۔

"یا اللہ عزت رکھنا۔" مسلسل یہی گردان دل میں دہراتی وہ امان کے دروازہ کھولنے پر اس کا بڑھا ہاتھ تھام کر نیچے اتریں۔

"اماں گھر میں جائیں گی آپ؟" مہابیہ نے ان کے نزدیک آکر سوال کیا۔ چہرہ پر فکر مندی کی لکیریں اور لہجہ میں خوف نمایاں تھا جسے امان نے شدت سے محسوس کیا تھا۔

"مطلب؟ کوئی مسئلہ ہے تو مجھے بتاؤ مہابیہ۔" اس نے اسے کندھے سے تھام کر دھڑس بندھائی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"نہیں بیٹا تم پریشان مت ہو۔" جواب مسرت کی جانب سے آیا۔

"چلیں تو پھر اندر چلتے ہیں۔" ایک جانب سے مہابیہ کا ہاتھ تھام دوسرے ہاتھ سے مسرت کو کندھے سے پکڑ کر وہ اپنی بیوی اور ساس کو لئے مرکزی دروازہ کی جانب بڑھا۔

\*\*\*\*\*

"السلام وعلیکم"! اندر داخل ہوتے ہی ان لوگوں کا سامنا امام صاحب سے ہوا تھا۔ امان نے انہیں دیکھ سلام کیا۔

ان لوگوں کیلئے دروازہ بھی اختر صاحب نے ہی کھولا تھا اور ان تینوں نفوس کے علاوہ اختر صاحب ہی یہاں موجود تھے۔

اس نے انہیں سلام کیا تھا لیکن مہابیہ اور مسرت دونوں بالکل خاموش ایک دوسرے سے جڑی کھڑی تھیں جبکہ امام صاحب کے چہرہ کے تاثرات کرخت تھے۔

"آپ لوگ ولیمہ پر نہیں آئے، میں منتظر تھا آپ سب کا۔ اماں کو تو میں ساتھ ہی لے گیا تھا مگر آپ لوگ اس دن گھر پر موجود نہیں تھے ورنہ آپ سب کو بھی ساتھ ہی لے جاتا۔" امان نے ان کے تاثرات نظر انداز کر شگفتہ لہجہ میں بات کا آغاز کیا۔

"بنا اجازت اس گھر سے قدم باہر کیسے نکالنا ہمار عورت۔" امان کو مکمل نظر انداز کر امام صاحب مسرت کے نزدیک آئے، انہیں بازو سے دبوج کر اپنے مد مقابل کیا اور ان کے سہمے ہوئے چہرہ پر ایک زناٹے دار تھپڑ جڑ دیا۔ یہ سب اتنی اچانک ہوا تھا کہ کچھ پل کیلئے امان اپنی جگہ سے ہل نہ سکا تھا۔

دوسری جانب مسرت یہ وار سہہ نہ سکی تھیں۔ ایک تو تھپڑ کا کاری وار اور پھر داماد کے سامنے اتنی سبکی دونوں نے ہی مل کر انہیں شرمندگی کی اتھاہ گہرائیوں میں دھکیل دیا تھا۔

وہ سہم کر ہاتھ جوڑے، سر جھکائے کھڑی تھیں جبکہ مہابیہ نے ان کو دوسری جانب سے پکڑا ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے جبکہ امان کیلئے تو یہ عمل ہی ناقابل برداشت تھا۔

"کیا ہو گیا ابا؟ وہ میرے ساتھ گئی تھیں، میں ان کا داماد ہوں، ان کا محرم۔ کوئی غیر تو نہیں۔" شدید غصہ آنے کے باوجود اس نے قدرے تحمل سے بولا تھا۔

"چپ کرو تم۔ ہمارے درمیان بولنے کی ضرورت نہیں ہے تمہیں۔" مسرت کا بازو چھوڑا نہوں نے امان کو انگلی اٹھا کر تنبیہ کی۔

"میں آپ کے درمیان نہیں بول رہا۔ یہ آپ دونوں میاں بیوی کا معاملہ ہے بے شک لیکن ایک عورت سے اس طرح بات کرنا اور اس پر ہاتھ اٹھانا ایک مومن مرد کا شیوہ نہیں۔" اس کا انداز مضبوط اور لہجہ ہموار تھا۔

"او بس بد تمیز لڑکے! ہم کوئی میاں بیوی نہیں ہیں، یہ غلام ہے میری، زر خرید غلام۔" جاہلانہ اطوار دکھاتے وہ ہر حد پار کر گئے۔

"امام صاحب خدا کیلئے داماد کے سامنے اس طرح مت کریں۔ میں ہاتھ جوڑتی ہوں آپ کے آگے۔ بیٹا تم مہابیہ کو لے کر چلے جاؤ۔ یہاں سب ٹھیک ہو جائے گا۔" مسرت نے ان کے آگے ہاتھ جوڑے ساتھ ہی امان کو ہدایت دی جسے مکمل طور پر نظر انداز کر وہ امام صاحب کے نزدیک آیا اور ان کا ہاتھ مسرت کے بازو سے ہٹا دیا۔

ان کا ہاتھ ہٹتے ہی مہابیہ نے اپنی ماں کو تھما جو نڈھال ہو کر ہاتھوں میں آرہی تھیں۔

امان جیسے کڑیل جوان کے آگے امام صاحب کچھ بے بس سے ہوئے تھے۔

"سب سے پہلے اگر یہ آپ کی بیوی نہیں ہیں تو انہیں چھونے کا حق نہیں ہے آپ کو۔ اسی لئے جو کہنا ہے فاصلہ سے کہیں۔" اب کی بار اس کی آنکھوں میں جلال تھا۔

"میرے سامنے مت آ لڑ کے۔ یہ میری غلام ہے اور میری مرضی میں اپنی غلام کے ساتھ جیسا سلوک کروں۔" وہ حسب معمول غرور کی انتہاؤں پر تھے۔

"امام صاحب۔۔۔ زبان کو لگام میں رکھیں۔ اچھا ہوا آج آپ کا یہ مکروہ چہرہ میرے سامنے عیاں ہو گیا۔ آپ نے عورتوں پر بہت بس چلا لیا۔ مجبوری میں اماں آپ کی ہر بات مانتی رہیں اور طلاق کے بعد بھی ساتھ رہتی رہیں مگر اب انہیں کوئی مجبوری نہیں ہے۔ ان کا بیٹا ہے اب ان کا سہارا بننے کیلئے۔" اب کی بار اماں نے ساری تمیز بالائے طاق رکھ دو بد و بات کی۔

"اماں۔۔۔ اماں کو دیکھیں کیا ہوا؟" اس سے قبل وہ مزید کچھ کہتا پیچھے سے آئی مہابیہ کی آواز پر پلٹا تو مسرت کو اس کی گود میں بے ہوش پایا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اماں۔۔۔" وہ گھبرا کر نزدیک آیا۔

"اماں اٹھیں نا۔۔۔" مہابیہ بھی روتے ہوئے مسلسل انہیں پکار رہی تھی۔

"میری جان حوصلہ کرو۔ یہ بے ہوش ہوئی ہیں بس۔ چلو ہم انہیں ہسپتال لئے چلتے ہیں ان شاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" مہابیہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اماں نے اسے تسلی دی اور مسرت کو اپنی بانہوں میں اٹھالیا۔



"اسے لے کر تم کہیں نہیں جاؤ گے۔ اپنی بیوی کو لو اور دفع ہو یہاں سے۔" امام صاحب دروازے کے سامنے آکھڑے ہوئے۔

"کیوں؟ میں انہیں لے کر جاؤں گا۔ مجھے کوئی نہیں روک سکتا۔" وہ درشتی سے گویا ہوا۔

"ٹھیک ہے شوق سے لے جاؤ مگر پہلے اس کی قیمت ادا کرو۔" اختر صاحب کے چہرہ پر مکاری عیاں تھی۔

"کیا قیمت لگائی تھی تم نے اور تم جیسے بے ضمیروں نے ایک انمول ہستی کی؟" امان کی رگیں قیمت والی بات پر تن گئی تھیں۔ مہابیہ مسلسل اپنی ماں کا چہرہ تھپتھپاتی انہیں ہوش میں لانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"دولاکھ۔" انہوں نے تحمل سے جواب دیا۔

"میرا اللہ شاہد ہے کہ یہ قیمت میں نے ایک عورت کی نہیں چکائی بلکہ یہ قیمت ایک بد ذات مرد کے ضمیر کی چکائی ہے۔" امان نے مسرت کو زمین پر احتیاط سے لٹایا اور اپنی جیب سے چیک نکال کر دولاکھ کا چیک پھاڑ ان کی جانب اچھال دیا اور واپس ان کو گود میں اٹھائے اس گھر سے انہیں لئے ہمیشہ کیلئے روانہ ہو گیا۔

\*\*\*\*\*

مسرت ہسپتال کے بیڈ پر بے حس و حرکت لیٹی تھیں۔ مہابیہ ان کے سر ہانے بیٹھی بے آواز رو رہی تھی۔ یہ آنسو خوشی کے تھے۔

اسے اپنی ماں کے تکان زدہ چہرہ کو دیکھ کر پہلی بار خوشی محسوس ہو رہی تھی۔ اس کی ماں اس جہنم سے آزاد ہو چکی تھی۔

کیسا عجیب سا احساس تھا۔ وہ اور اس کی ماں آزاد ہو چکے تھے۔ آنسو بہانے کی پہلے بھی بہت سی وجوہات تھیں اس کی زندگی میں لیکن امان کی صورت اس کی آنکھوں میں آنے والے یہ آنسو تشکر کے تھے جو اسے بڑے بھلے لگ رہے تھے۔

وہ یونہی مسرت کو نہارتی اپنی سوچوں میں غلطاں تھی کہ کمرہ کا دروازہ کھلا اور امان اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں کچھ شاپر ز اور شاپنگ بیگز موجود تھے۔

اندر داخل ہو کر اس نے دھیمی سی مسکان سے مہابیہ کو نوازا۔ وہ بھی آنسوؤں سے ترچہ لئے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں بہت سے جذبات پنہاں تھے۔ امان اس کے جذبات اچھے سے سمجھ رہا تھا کہ ابھی کچھ دیر پہلے جو ہوا وہ مہابیہ کیلئے برداشت کرنا مشکل تھا۔ وہ اس کے نزدیک آیا اور بنا کچھ کہے اسے خود سے لگا کر پیار بھری تھکی دی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میری ڈاکٹر سے بات ہو گئی ہے۔ امان دوا کے زیر اثر ہیں، ابھی دس پندرہ منٹ میں ان شاء اللہ ہوش آجائے گا تو پھر انہیں لے کر گھر چلیں گے۔" اسے خود سے الگ کر وہ مسرت کے بیڈ کے پاس ہی کر سی ڈال کر بیٹھ گیا۔

"امان۔۔۔۔" رندھی ہوئی آواز میں مہابیہ نے اسے مخاطب کیا۔ قبل اس کے کہ وہ اس کی شکر گزار ہوتی یا کوئی اور بات کہتی امان نے اسے "ششش" کہہ کر چپ کرادیا کہ یہ وقت مناسب نہیں تھا کسی بھی قسم کی بات کیلئے۔

"مہابیہ۔" کچھ دیر بعد امان نے اسے پکارا۔

"جی۔۔ کہیں۔" اب وہ رو نہیں رہی تھی بس آنکھیں نم تھیں جو خشک ہو کے ہی نہیں دے رہی تھیں۔

"تم اماں کو یہ بات کبھی نہیں بتاؤ گی کہ وہاں ان کے بے ہوش ہو جانے کے بعد میرے اور اختر صاحب کے درمیان کیا باتیں ہوئیں اور میرے گھر والوں سے بھی جو بات کرنی ہو گی وہ میں خود کر لوں گا۔" وہ مسرت کی طرف دیکھ رہا تھا مگر مخاطب اس سے تھا۔

مہابیہ نے دیکھا کہ وہ اس بات کو کرتے ہوئے اسے دیکھنے سے بھی کتر رہا تھا۔ وہ تو پہلے ہی امان کی اس محبت کے آگے جھکی جا رہی تھی اور اس کی عاجزی کا یہ عالم دیکھ وہ اس کے سامنے خود کو بہت چھوٹا محسوس کر رہی تھی۔

اللہ نے اسے اتنا نواز دیا تھا کہ وہ اپنے رب کی رحمت کے آگے حیران کھڑی تھی۔ اسے کیسا اعلیٰ مرتبہ والا شوہر دیا گیا تھا جو جانتا تھا احسان کر کے جتایا نہیں جاتا، وہ تو بس اپنے رب کی خوشنودی کیلئے اس کے بندوں پر کیا جاتا ہے۔

وہ کوئی جواب نہیں دے پائی تھی، وہ دے ہی نہیں سکتی تھی۔

اس کی آواز تشکر کے سیلاب نے گھونٹ دی تھی۔ امان جانتا تھا وہ جواب نہیں دے گی اور وہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ وہ اس وقت کچھ بولے۔ وہ چاہتا تھا کہ وہ چپ رہے اور کسی کو کچھ نہ بتائے۔

تھوڑی دیر بعد مسرت کو ہوش آنے لگا تھا۔

"اماں۔۔۔ اماں۔۔۔ ٹھیک ہیں نا آپ۔۔۔" مسرت کی آنکھیں ہولے ہولے کھل رہی تھیں۔ مہابیہ فوراً کھسک کر قریب ہوئی تھی، اماں بھی کرسی سے کھڑا ہو گیا تھا۔ وہ ہوش میں آگئی تھیں۔ انہیں ہوش میں آتا دیکھ ان دونوں کو ہی راحت ملی تھی۔

"میں۔۔۔ ہم یہاں کیا کر رہے ہیں مہابیہ؟" ان کا ذہن ہولے ہولے بیدار ہوا تو خود کو ہسپتال کے بستر پر لیٹا پایا اور اماں مہابیہ کو اپنے نزدیک دیکھا تو قدرے پریشانی سے اٹھتے ہوئے گویا ہوئیں۔

"اماں آپ لیٹی رہیں اور پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے بس آپ بے ہوش ہو گئی تھیں تو ہلکا پھلکا چیک اپ کیا ہے ڈاکٹر نے۔ اب جب آپ کو ہوش بھی آ گیا ہے تو پھر بس اب ہم گھر چلتے ہیں۔ وہاں سب ہمارے منتظر ہیں۔" اماں نے مسرت کے پیچھے کا تکیہ صحیح کرتے انہیں آرام دہ انداز میں بیٹھایا اور نرمی سے وضاحت دی۔

"لیکن ہم لوگ تو گھر گئے تھے نا اور وہاں۔۔۔" وہ مہابیہ کو دیکھ بول رہی تھیں لیکن اماں کی موجودگی کے باعث بات ادھوری چھوڑی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اچھا مطلب آپ مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتیں، آپ کو آپ کی بیٹی زیادہ پیاری ہے۔" اماں نے ماحول کو سازگار کرنے کیلئے مصنوعی خفگی دکھائی۔

"نہیں ایسی بات نہیں ہے۔۔۔" مسرت تھوڑا جھینپ گئیں۔

"جب ایسی کوئی بات نہیں ہے پیاری اماں تو آپ یہ لیں۔ جلدی چینیج کر کے فریش ہو جائیں اور میرے اور مہابیہ کے ساتھ اپنی نئی زندگی کی شروعات کریں ہمارے گھر میں۔" اماں نے کسی بچہ کی طرح ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور سائیڈ ٹیبل پر رکھا بیگ ان کی طرف بڑھایا جو وہ ابھی دواؤں کے ساتھ لایا تھا۔

"میں آپ کے گھر کیسے رہ سکتی ہوں بیٹا اور میں اپنے گھر کیوں نہیں جاسکتی؟۔" اماں کے الفاظ مسرت کے دل میں بیک وقت خوشی اور خوف کا باعث بنے تھے۔ ان کی آنکھیں چھلک پڑی تھیں۔

"سب سے پہلے تو آپ کو میری کچھ باتیں سننی پڑیں گی اور ساتھ بنا کسی جراح کے ماننے بھی پڑیں گی۔" وہ مہابیہ کی ماں تھیں۔ اماں سمجھ گیا تھا وہ بات تو کریں گی مگر اس سے زیادہ روئیں گی سو ہلکی سی مسکان لئے ان کے جواب کا انتظار کئے بنا ہی اس نے اپنی بات آگے بڑھائی۔

"پہلی بات آپ کہنے کا یہ تکلف جو آپ کر رہی ہیں وہ نہ کریں۔ میں داماد ہوں آپ کا، ایک بیٹے کے جو فرائض ہوتے ہیں وہی داماد کے بھی ہوتے ہیں۔ دوسری بات میں نے ہمارے گھر کہا ہے ہمارے میں، میں، مہابیہ اور آپ ہم تینوں آتے ہیں اور رہی بات آپ کے پرانے گھر کی تو آپ اس گھر میں نہیں جائیں گی کیونکہ مجھے وہ آپ کیلئے پسند نہیں۔ تیسری، آخری اور سب سے اہم بات اگر آپ کو ایسا لگتا ہے کہ میرے گھر والے کیا کہیں گے تو اس بات سے بے فکر ہو جائیں۔ انہیں اس سب معاملات سے کوئی سروکار نہیں۔ ہمارے گھر میں ہر ایک کو شخصی آزادی حاصل ہے۔ اسی لئے میرے ذاتی معاملات میں کوئی دخل نہیں دے گا مجھے یقین ہے۔ بس اب سمجھیں آپ یا کچھ اور بھی سوال ہیں میرے لئے۔۔۔" اس کے لہجہ میں بیک وقت لاڈ، مصنوعی خفگی اور پیار بھری تنبیہ تھی۔

مسرت کا کلیجہ کٹ رہا تھا۔ وہ انسانوں کے اس روپ سے نا آشنا تھیں اور اب آشنا ہوئی بھی تھیں تو اپنے داماد کے روپ میں۔ وہ اپنی خوش نصیبی کا حساب تو لگا ہی نہ پار ہی تھیں مگر حسب عادت ان کے آنسو ہر جذبہ عیاں کر رہے تھے۔

"دامادوں کے گھر میں ساس رہتی اچھی نہیں لگتی۔ یہ معاشرہ اس چیز کو پسند نہیں کرتا۔" وہ کچھ دیر بعد گھٹی ہوئی آواز میں بولی تھیں۔

ان کی بات سن امان نے ذرا جھک کر ان کا ہاتھ تھاما اور مسکرایا۔

"اماں معاشرہ ایک حقیقت ہے میں جانتا ہوں لیکن دین حقیقی ہے۔ جب میرے اللہ نے آپ کی بیٹی سے نکاح کے بعد آپ کے اور میرے رشتہ کو محرم قرار دیا تو معاشرے کی سوچ بے معنی ہو گئی۔ میں یہ بھی جانتا ہوں لوگ بولیں گے اور میں انہیں چپ نہیں کر اؤں گا، میں انہیں بولنے دوں گا۔ وہ اپنے شوق سے رب کے فرمان کو ٹھکرا رہے ہوں گے تو ان کی زبانیں اللہ خود بند کر دے گا، جب وہ چاہے گا۔ یہ مسلمان مردوں کے فرائض ہیں کہ وہ اپنی محرم عورتوں کی کفالت کریں، انہیں محبت اور عزت دیں اور ان کے محافظ کے طور پر انہیں یہ احساس دلائیں کہ وہ ساتھ ہیں ان کے۔" اس نے سر کو خم دیا اور لحظہ بھر کو رکا اور اسی لمحہ دوسری طرف منہ کئے تشکر کے آنسو بہاتی مہابیہ نے ان دونوں کی طرف دیکھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

مسرت بہتے آنسوؤں سے ترچہ لے لئے امان کے جھکے سر کو دیکھ رہی تھیں۔ امان ذرا جھکا کھڑا تھا اور اس کی نظریں اپنے ہاتھ کی پشت پر تھیں جس میں مسرت کے دونوں ہاتھ تھے۔

"میں آپ کے ساتھ ہوں اماں۔" وہ نظریں اٹھا کر مسرت کو دیکھ مسکرایا۔

اس کے الفاظ سن مسرت کا دل رک کر دھڑکا تھا۔ اب تو کچھ گنجائش ہی نہیں رہی تھی۔ امان نے سوال جواب کے سارے راستے بند کر دیئے تھے۔

\*\*\*\*\*

مسرت کپڑے تبدیل کر کے ہاتھ روم سے باہر نکلیں۔ وہ اس وقت گہرے نیلے رنگ کے لان کے سوٹ میں ملبوس تھیں۔ یہ کپڑے ان کے ان گھسے ہوئے کپڑوں سے کافی اچھے تھے جو وہ معمول کے دنوں میں پہنا کرتی تھیں۔ اختر صاحب کے گھر میں وہ اپنی جیٹھانی کے گھسے ہوئے کپڑے پہنتی تھیں۔ اس کے علاوہ کبھی کبھی ان کی بہو انہیں کوئی عزت کا جوڑا سب سے چھپ کر لادیتی تو اسے وہ پہننے کی بجائے مہابیہ کیلئے سنبھال کر رکھ دیتی تھیں۔

آج اتنے سالوں بعد نیا جوڑا پہن کر وہ ایک نئی ہی خوشی سے سرشار ہوئی تھیں اور یوں پھر سے ان کے آنسو بہہ نکلے تھے۔

وہ امان کا لایا ہوا عبا یا پہن کر تیار تھیں۔ مہابیہ نے بھی ان کی دوائیں اٹھالی تھیں اور امان کے آنے کے انتظار میں تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

کچھ دیر بعد امان کمرے میں داخل ہوا اور مسکراتا ہوا ان دونوں کی طرف آیا۔

"چلیں۔" اس نے شرارت سے اپنا ایک ایک ہاتھ ان دونوں کے آگے کیا۔ جسے ان دونوں نے ہی بھیگے چہرے اور مسکراہٹ کے ساتھ تھام لیا اور وہ تینوں ساتھ آگے بڑھ گئے کیونکہ اب پیچھے مڑ کر کسی نے نہیں دیکھنا تھا۔

\*\*\*\*\*

ہنزہ کی خوبصورت وادی میں بہار کی یہ شام کچھ زیادہ ہی حسن لئے اتری تھی۔ نیلگوں آسمان پر جگہ جگہ بادلوں کے ڈیرے تھے۔ سورج بادلوں کے پیچھے چھپا اپنی کرنوں کی مدہم روشنی بکھیرتا مستی میں تھا۔ پرندے اونچے درختوں پر بنے اپنے گھونسلوں میں سکون کی وادیوں میں محور قص تھے۔

وہ کندھوں پر مٹھل کی ڈارک پرپل شال اوڑھے لکڑی کے بنے دلکش کاٹیج کی بالکونی میں کھڑی نیچے نظر آتے منظر پر نظریں جمائے مسکرا رہی تھی۔ لیلیک کلر کی اے لائین شرٹ اور پاجامہ زیب تن کئے وہ خاصی پروقار لگ رہی تھی۔ اس کی بھوری آنکھیں سامنے کا منظر دیکھ چمک رہی تھیں اور بھورے ریشمی سیدھے بال ہوا کی دوش پر لہرا رہے تھے۔ وہ اس وقت حجاب میں نہیں تھی کیونکہ وہ لوگ امان کی پرائیوٹ پراپرٹی میں موجود تھے اور یہاں محض مہابیہ، امان اور ان کے بچے ہی موجود تھے۔ وہ سب یہاں ویکیشنز کیلئے آئے تھے۔

بہار کی آمد آمد تھی۔ جس کی سبب کاٹیج کے باغ میں موجود کلیاں پھوٹ رہی تھیں۔ کچھ کھل رہی تھیں تو چند ایک کھل چکی تھیں۔ اسی کے ساتھ خزاں کا موسم اب رخصت لے رہا تھا مگر جاتے جاتے کچھ زردیاں بکھیر رہا تھا۔ درختوں کے کچھ زرد پتے ابھی بھی جھڑ رہے تھے۔ یوں یہ دو خوبصورت موسم باہم مل کر اس جگہ کے حسن کو دوام بخش رہے تھے۔ بہار اور خزاں کا یہ حسین امتزاج سرا ہے جانے کے قابل تھا۔

گارڈن میں امان دونوں بچوں کے ساتھ مستیاں کر رہا تھا۔ تینوں ہی مہابیہ کے سوٹ کی ہم رنگ ٹی شرٹ اور بلیو کلر کے ٹراؤزر میں ملبوس تھے۔ وہ انہیں دیکھ مسکرا رہی تھی۔ وہ تینوں ایک دوسرے میں مگن تھے۔ خولہ اور یحییٰ کے پیچھے بھاگتا امان خود بھی چھوٹا بچہ معلوم ہو رہا تھا۔

تھوڑی دیر کی اس بھاگم بھاگی کے بعد اب وہ تینوں ایک پتھر پر ٹک گئے تھے اور باتیں کر رہے تھے۔ نہ جانے کیا باتیں ہو رہی تھیں۔ اتنی دور سے وہ تو اسے سمجھ نہ آئیں مگر پھر امان نے اپنے ٹراؤزر کی جیب سے لکڑی کا کنگھانکا لالا اور پتھر پر



خولہ کو ٹکایا پھر وہ دونوں باپ بیٹا مل کر اس کے بال سنوارنے لگے۔ خولہ مسکراتی ہوئی اپنے باپ اور بھائی کے لاڈ وصول کر رہی تھی۔ مہابیہ کی توکل کائنات ہی اس منظر میں سمائی ہوئی تھی۔

ہری ہری گھاس پر اونچی نیچی چھوٹی چھوٹی چوٹیاں بنی تھیں۔ ان کے اطراف میں رنگ برنگی کلیاں بہار کی آمد کا پیغام ہر سو پھیلا رہی تھیں تو گھاس پر پڑے زرد پتے قدموں کے نیچے چر مارتے ہوئے خزاں کو الوداع کہہ رہے تھے۔ گارڈن کے اطراف میں کئی چوٹیاں کھڑی تھیں جن سے چشمہ پھوٹ رہے تھے جو وہیں بہتی شفاف ندی میں گرتے موسم کو ٹھنڈک بخش رہے تھے۔ قدرت کے نظارے چہار سو بکھرے ہر دیکھنے والی آنکھ کو دعوتِ نظارہ بخش رہے تھے۔

اس کی زندگی ان چھ سالوں میں یکسر بدل گئی تھی۔ امان کی محبتوں بھری سگت میں دین اسلام کی اصل روش پر چلتے اس کی زندگی بھی خزاں سے بہار میں داخل ہو چکی تھی اور پھر شادی کے ایک سال بعد جڑواں بچوں کی پیدائش نے جنت کو اس کے قدموں کا ملکین کر دیا تھا۔ اس کے خالق و مالک نے اسے بہت نوازا تھا۔ قدرت نے امان کی صورت اس پر ہوئے ہر ظلم کا مداوا کر دیا تھا۔ وہ اپنے رب کا جتنا شکر کرتی کم تھا۔ اس کا اپنا خاندان تھا۔ اس کا محبت کرنے والا شوہر، دو پیارے سے بچے، وہ مکمل تھی اور سونا پر سہاگہ کہ اس کی ماں بھی اب مطمئن زندگی گزار رہی تھی۔ وہ ان کے ساتھ ہی رہ رہی تھیں۔ امان نے داماد ہونے کا فرض بھی بخوبی نبھایا تھا۔ وہ اس کی مقروض تھی۔ کبھی کبھی وہ سوچنے بیٹھتی تو سوچتی چلی جاتی کہ امان کے کتنے احسانات تھے اس کی ذات پر، وہ کیسے اس کے احسانات کا بدلہ چکائے گی اور جب اسے کوئی راہ نہ دکھتی تو وہ شکرانے ادا کرتی اور اپنے رب کا ڈھیروں شکر ادا کرتی کہ بے شک یہ اسی پاک ذات کی عنایت تھی۔

وہ اپنے ماضی کو اور باپ بھائی کے مظالم کو بھی یکسر بھول چکی تھی۔ اس میں بھی امان نے ہی اس کی رہنمائی کی تھی۔ شروع شروع میں اس کا دل بے چین رہتا تھا۔ اس کا دل انتقام کی آگ میں جلتا تھا۔ وہ اپنے ابا اور بھائی کو برباد

دیکھنا چاہتی تھی مگر بقول امان کے " اللہ ظالموں کی رسی دراز کرتا ہے اور ظلم انتہاؤں کو پہنچتا ہے پھر ایک دن مٹ جاتا ہے سو مظلوموں کو چاہیے کہ صبر کریں کہ بے شک اللہ صابرین کے ساتھ ہے۔ "

وہ یونہی سوچوں میں گم کھڑی ان تینوں کو دیکھ مسکرا رہی تھی کہ تبھی امان نے بچوں سے فارغ ہو کر نیچے سے اسے اشارہ کر اپنے پاس بلایا۔ وہ اسے دیکھ مسکرا رہا تھا۔ وہ بھی مسکرائی اور گردن کا اشارہ کر بالکونی کے ساتھ بنی لکڑیاں کی سیڑھیاں اترنے لگی۔

امان اسے آتا دیکھ تھم گیا تھا اور محو ہو کر مسکراتے ہوئے اسے دیکھ منتظر کھڑا تھا۔ وہ بھی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

ساتھ ہی اس کے بچے اب پھر سے ایک دوسرے کے پیچھے بھاگ رہے تھے کہ تبھی خولہ لڑکھڑائی، مہابیہ کے قدم تھمے، امان نے اسے تھمتا دیکھ اپنے عقب میں نگاہ دوڑائی مگر اس سے قبل کہ اس کی پانچ سالہ بچی گرتی اس کے بھائی نے پیچھے سے آ کے اسے تھما اور سیدھا کھڑا کر دیا۔ وہ کھکھلائی اور دونوں بہن بھائی دوبارہ دوڑنے لگے۔ امان نے ہنستے ہوئے سر جھٹکا پھر اس کی جانب مڑ کر تھوڑا سا جھکا اور اسے دوبارہ آنے کا اشارہ کیا۔ وہ بھی سانس میں سانس بھر دوبارہ قدم نیچے کی جانب بڑھا گئی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

سیدھی چلتی وہ اس کے نزدیک آئی اور اپنے محبوب شوہر کا بڑھا ہوا ہاتھ تھام کر اس کے سینے سے لگ گئی۔ وہ دونوں ساتھ کھڑے تھے۔ وہ اس کی پناہوں میں محفوظ تھی اور وہ اس کے گرد حصار کئے اس کی حفاظت پر معمور۔

"بہت شکریہ۔۔ میری خزاں کو بہاروں سے ہمکنار کرنے کیلئے۔" وہ اس کے سینے سے سراٹھا کر اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے بولی۔

"بہت شکریہ۔۔۔ میری زندگی کو بہاروں کی آماجگاہ بنا کر ان میں دلکش رنگ بھرنے کیلئے۔" اس کی جانب محبت سے دیکھ اس نے شکر گزاری کا جواب مزید شکر گزاری سے دیا۔

وہ دونوں کچھ لمحہ ایک دوسرے میں کھوسے گئے کہ تبھی بچی کے زور سے ہنسنے کی آواز نے انہیں اپنی جانب متوجہ کیا۔

وہ دونوں بھاگتی دوڑتی دنیا کی فکروں سے آزاد اپنی عمر کے اس بے فکر حصہ کے مزے لوٹتے کھکھلا رہے تھے۔ آنے والے وقت سے انجان مہابیہ اور امان بھی مسکراتے ہوئے ان دونوں کی طرف آئے۔

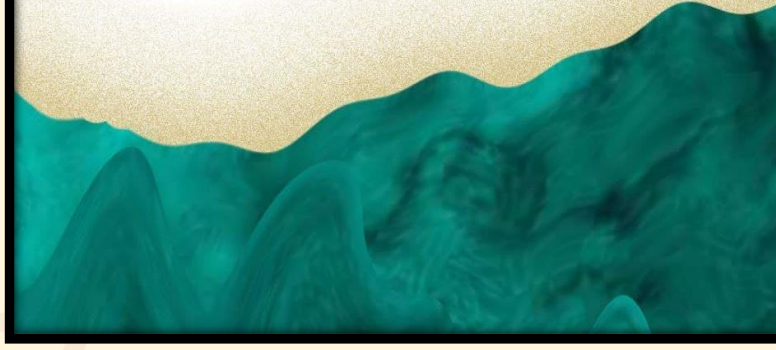
امان اور مہابیہ کی اولادیں ان کے زیر سایہ زندگی کی پر لطف بہاروں کے مزے لوٹ رہی تھیں۔ ان کے گلشن کے ان ننھے گلابوں کی بہاریں عروج پر تھیں اور وہ اس میں پھل پھول رہے تھے مگر زندگی محض بہاروں کا ہی مسکن نہیں، یہ خزاؤں کی روش بھی ہے۔ بہاروں میں سیر کرتے خولہ اور بچی کیا خزاؤں کی سختیاں جھیل کر سرخرو کر سکیں گے اپنے والدین کو یا مر جھا کر جدا ہو جائیں گے اپنے شجر سے۔۔۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

ختم شد۔

# پل صراط

عنیزہ زاہد



"تم مجھے ایک برا انسان سمجھتی ہو نا۔ مجھے پہچاننے میں تم سے ذرا سی غلطی ہو گئی۔ میں صرف برا نہیں، ایک بدترین انسان ہوں۔" وہ گلاس میں شراب انڈیلتے ہوئے ایک ٹرانس میں کہہ رہا تھا۔ شراب گلاس سے باہر گرنے لگی تھی پر اسے تو جیسے ہوش ہی نہیں تھا۔ پھر اس نے وہ گلاس اٹھایا اور اسکی طرف دیکھا۔

وہ خوف سے اپنی جگہ پر سمٹی۔ "کیا کہہ رہی تھی تم؟ اس وقت تمہارا کوئی موڈ نہیں ہے مجھ جیسے شرابی کے منہ لگنے کا؟" وہ خود سے سوال کرتا، خود سے جواب دیتا اس کے قریب بیٹھا۔ "اور یہ کہ میں نشئی ہوں؟ آج تمہیں بھی شراب کی لذت چکھاؤں گا۔" اس نے گلاس منال کے منہ کے قریب کیا۔

☆☆☆

'کبھی تو تو بھی محبت کرے گا۔'

فاران احمد نے محبت کی تھی!

'تو بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہے گا۔'

اس نے بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہا تھا۔

اور پھر۔۔ پھر وہ تجھے چھوڑ جائے گی۔'

اور پھر وہ اسے توڑ گئی۔

'پھر میں تیرے پاس آؤں گا۔ اور کہوں گا کہ دل پہ مت لے۔ وہ چلی گئی تو کیا ہوا، کوئی اور آجائے گی۔' اس کے جانے کے بعد کوئی نہیں آیا۔ اس نے آنے ہی نہ دیا۔

"یہاں دستخط کرو غازہ ! " کاغذ غازہ کے سامنے کرتے ہوئے انہوں نے کہا تو غازہ نے ایک نظر اپنے سامنے بیٹھے اس اجنبی شخص کو دیکھا جس سے ابھی وہ چند گھنٹوں پہلے ملی تھی۔ ان چند گھنٹوں کی ملاقات نے اس شخص کو اس کا مختار بنا ڈالا تھا۔ زندگی میں پہلی بار قلم پکڑتے ہوئے غازہ کے ہاتھ بڑی طرح کانپنے لگے۔ وہ تو با آسانی قلم تھام کر شفاف کاغذ پر آدھی تر چھی لکیریں کھینچ کر بہت سارے خاکے بنا لیا کرتی تھی، کچھ دھندلے ہوتے تو کچھ میں پہلی ہی حسرت میں جان موجود ہوتی۔

"تم رشتے کھونے سے ڈرتی ہو غازہ ! " سبیکہ کا چند روز قبل کہا گیا جملہ کان کے پردے پر ابھرا تھا۔ "بچ کہا تھا تم نے میں رشتے کھونے سے ڈرتی ہوں سبیکہ ! اور یہ نیا دھور رشتہ بھی شاید میں کھونے کے لیے ہی بنا رہی ہوں۔" دل میں اس کے کہنے کا جواب دے کر اس نے کاغذ پر قلم گھسیٹا تھا۔ عجیب بات تھی وہ ایک کاروباری شادی کے لیے دلہن بنی ہوئی تھی۔

☆☆☆

"میری زندگی برباد کر کے تم یہاں سکون سے سو رہی ہو۔ شام سے مینو مجھے فون کر رہی ہے اور میں اس کا فون نہیں اٹھا رہا جانتی ہو کیوں؟ کیونکہ میں اس سے بے وفائی کرنے پر بے حد شرمندہ ہوں۔ اپنی زندگی میں پہلی بار میں نے کسی کو چاہا ہے اور تم زبردستی ایک بزنس ڈیل کی طرح میرے سر پر آ گئی ہو۔" وہ بالوں میں ہاتھ چلاتا ہوا اپنے اندر کا سارا انتشار اس پر انڈیل رہا تھا۔ غازہ خاموشی سے بس اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔ اسے واقعی ہی اس شخص پر ترس آیا تھا جس کی محبت آباد ہونے سے پہلے ہی اس کے باپ نے اجاڑ دی تھی۔ وہ بستر سے اتر کر اس کے نزدیک آئی تھی۔

"میں بہت تلخ ہو چکی ہوں کلج ! جانتے ہو کیوں؟" اس نے اس کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے انتہائی آہستگی سے کہا تھا۔

"کیونکہ اس دنیا اور معاشرے کی سفاکی آپ کو تلخ بنا دیتی ہے۔ اول تو مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ تم کسی سے کمینڈ ہو اور بالفرض اگر مجھے معلوم بھی ہوتا تو تب بھی میں وہاں کچھ نہیں کر پاتی۔ میں یہ کاغذی تعلق تب بھی نہیں روک سکتی تھی۔ تمہاری مجرم میں نہیں ہوں کلج ارسلان ! بلکہ اپنے مجرم تم خود ہو۔ مینو کے مجرم تم ہو جو محض اپنے باپ کی لالچ کے ہاتھوں اپنی محبت پر ایک کاغذی سوتن لے آیا۔" وہ سینے پر بازو پیٹنے انتہائی تلخی سے کہہ رہی تھی جبکہ کلج بس حیرت سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

ایسین خانج



# ابراہیم



# تطمئن القلوب



## دانش آرزو

"جانتے ہو میرے لیے اب محبت کیا ہے۔" وہ آنسوؤں کو بمشکل روکے ہوئے تھی۔ "میں جس سے (ال) مالک شروع ہوتا ہے، جس سے (ال) حلیم شروع ہوتا ہے، جس سے (ال) باری اور ت سے تمنا (وہ جو اللہ سے کی جاتی ہے) شروع ہوتی ہے۔ بس یہی ہے میرے نزدیک محبت!" وہ ضبط کی انتہا پہ تھی۔ "ایک وقت تھا تم میری تمنا تھے مگر اب صرف ایک ہی تمنا ہے میری۔۔۔ اللہ۔۔۔ بس اللہ۔۔۔" وہ رکی اور گہرا سانس لے کر بولی۔ "ایک بار بھلا بھی نے کہا تھا کہ ایک بار جو چڑھ جائے رنگ حب الہی تو اتر جائیں۔۔۔! ہاں وہی رنگ چڑھ گیا ہے مجھے۔" وہ زید کی خاموشی سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔ اب ایک آخری جملہ رہ گیا تھا کہنے کو۔ وہ بہت پید کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ کہنے لگی تھی کہ زید بولا۔ "تمنا تمہیں نہیں بھی ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں تمہارا ہوں، تمہارا تھا، اور تمہارا ہی رہوں گا۔ شوہر کی تمنا بھی ہوتی ہے بھلا کسی کو۔" وہ مسکراتے کی کوشش کر رہا تھا۔

"شوہر کے غیر محرم ہونے میں بس ایک دستخط کی دیر ہوتی ہے۔" وہ سنگدل ہو چکی تھی۔ دوسری جانب زید کو دھچکا لگا تھا۔

☆☆☆

"مجھے سننے میں آیا ہے کہ تم کسی کو پسند کرتی ہو۔" اسے جھکا لگا کیا وہ جان گئے تھے۔ وہ ذرا بوکھلا گئی مگر جھوٹ وہ نہیں بولنا چاہتی تھی۔

"جی، مگر آپ سے کس نے کہا؟" اس نے لکھ ہی دیا۔

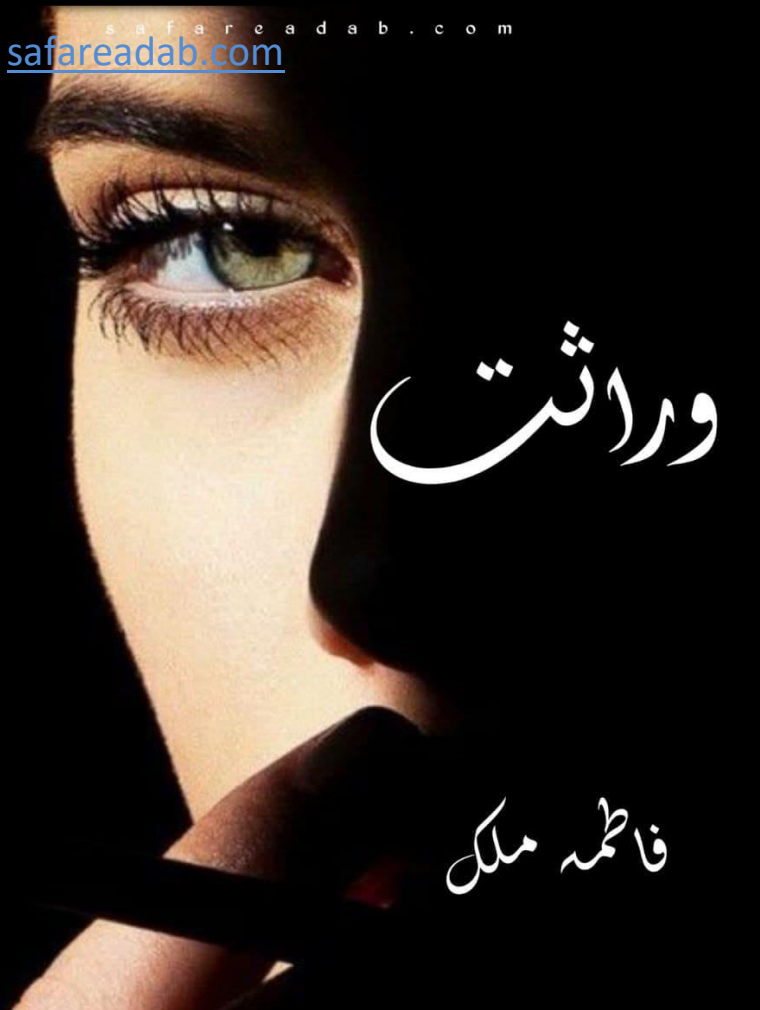
"وہ اہم نہیں ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ اس کا نام کیا ہے؟" وہ کچھ مزید بوکھلائی۔ اب کیا کرے؟

"میں نہیں بتا رہی۔ ابھی کچھ کنفرم نہیں ہے۔ میں ایسے تو نام نہیں بتا سکتی نا؟" اسے یہی جواب ٹھیک لگا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ یہ تاثر دے گی کہ وہ جو کوئی بھی ہے اس نے سوچنے کا وقت مانگا ہے۔ اب جھوٹ ہے تو جھوٹ سہی۔ شرم سے توجہ ہٹا کر گئی۔

"ویسے تم نہ بھی بتاؤ تو میں جانتا ہوں وہ کون ہے۔" وہ گھبراہٹ میں پگھل رہی تھی جلتی موم کی طرح۔

اچھا اتنے پریقین ہیں تو بتائیں نام؟" اس نے ڈرتے ڈرتے ناپ کیا۔

"میں جانتا ہوں تم مجھے ہی پسند کرتی ہو، آخر۔۔۔" وہ دم بخود رہ گئی۔ آخر وہ کیسے جان سکتے تھے؟ در اگر وہ جانتے تھے تو کب سے جانتے تھے؟ وہ حیران بھی تھی اور پریشان بھی۔



# وراثت

فاطمہ ملک

"اگر تمہاری مجھ سے شادی نہ ہوئی ہوتی اور تمہیں موقع ملتا تو کیا تم حسن خان کو اپنا بیٹا مانتی؟"

رقیہ الجھ سی گئی۔ "میں سمجھی نہیں آپ کی بات کا مطلب۔"

وارث جان نے بہت سوچنے کے بعد سوال کا انداز بدل دیا۔ "تمہیں مجھ میں یا حسن خان میں سے کسی ایک کو چننا ہو تو کسے چنو گی؟"

رقیہ وارث کے اس سوال پر ناراض ہو گئی۔ "کیا ہو گیا ہے آپ کو۔۔۔ یہ کیسا عجیب سا سوال ہے۔ آپ شوہر ہیں میرے اور وہ کوئی نہیں میرا۔ بس ساتھ پڑھتا ہے اور اچھا کلاس فیلو ہے۔ اس کا آپ سے کیا مقابلہ بھلا!!"

وارث جان ابھی بھی الجھا ہوا تھا۔ "رقیہ میں صرف اور صرف تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر تم حسن خان کے ساتھ کو پا کر خوش رہ سکتی ہو تو۔۔۔" اس کے باقی ماندہ الفاظ اندر کہیں دب کر رہ گئے تھے۔ رقیہ جو وارث جان سے کبھی اونچی آواز میں بولنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس نے وارث جان کے گال پر زور دار تھپڑ مار دیا۔ اسے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ کیسے اس کا ہاتھ وارث پر اٹھ گیا۔

☆☆☆

"امبر تم نے کہیں رقیہ کو دیکھا ہے۔ مجھے گیٹ سے پتا چلا کہ رقیہ آچکی ہے۔" رقیہ کی حسن کی طرف بیک تھی۔ رقیہ مسکراتے ہوئے بلیٹی اور حسن خان وہیں دل تمام کر کھڑا ہو گیا۔ "اف۔۔۔ کوئی اتنا خوبصورت کیسے ہو سکتا ہے۔" اس سے پہلے کہ حسن خان مزید کچھ اور کہتا رقیہ اس کی طرف بڑھی۔ حسن خان کی آنکھوں کی چمک بتا رہی تھی کہ آج وہ رقیہ کو پا لینے کے جنون سے آیا ہے۔ حسن خان کے ساتھ اس کی والدہ بھی تھیں۔ انہوں نے رقیہ کے لیے تعریفی جملے کچھ اس طرح کہے۔ "بہت خوبصورت ہو تم اور آج تو بہت زیادہ حسین لگ رہی ہو۔ جانتی ہو آج مجھے کیوں لایا ہے اپنے ساتھ؟؟" ابھی وہ مزید کچھ کہتیں کہ رقیہ نے مسکرا کر حسن کو مخاطب کیا۔

"حسن ان سے ملو میرے سہنڈ۔ سردار وارث جان۔" حسن کی آنکھیں پھٹ سی گئیں وہ بے اختیار بولا "کیا؟؟؟ کیا کہا ہے تم نے۔۔۔؟؟؟ کون ہے یہ؟؟۔۔۔ مطلب تمہارے ساتھ کیا رشتہ ہے ان کا؟؟؟"

## ناول سنگ در عشق کی دیک جھلک

”نور؟“ کمرے میں جھانکتے ڈینیل نے نور کو پکارا۔ وہ جو اسٹڈی ٹیبل پر جھکی کچھ اہم نوٹس تیار کر رہی تھی۔ ڈینیل کی آواز پر اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

”جی۔۔؟“

”مجھے ایک کپ سٹرونگ کافی بنادو۔!“

آنکھوں میں ابھرتے سرخ ڈورے اور چہرے پر تھکن، اسے ڈینیل کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں لگی۔

”آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟“ اپنی سوچ کو الفاظ کا روپ دیتے، اس نے بغور ڈینیل کے تھکے چہرے کو دیکھ کر استفسار کیا۔

کریم کلر کے سوٹ میں کندھے پر دوپٹہ ڈالے وہ ڈینیل کو اپنا سکون لگی تھی۔ جو جانے عرصے بعد اسے نصیب ہوا تھا۔

”ہاں بس۔۔ تم پلیز ایک کپ کافی بنادو۔“

”آپ بٹھیں میں بنا کر لاتی ہوں۔“

اثبات میں سر ہلاتے وہ باہر کی طرف بڑھی تو وہ خود بھی تھکا سا اس کے بیڈ پر نیم دراز ہوا۔

تھوڑی دیر بعد نور کافی لے کر آئی تو وہ اٹھ کر بیٹھا۔ کافی پینے کے دوران ڈینیل نے کوئی بات نہیں کی تاہی نور نے اسے مخاطب کیا تھا۔ کوئی ختم کرتے اسنے کپ سائیڈ ٹیبل پر دھرا اور نرمی سے نور کا ہاتھ تھامتے، گویا ہوا۔



سنگ در عشق  
آئندہ خرم

میں کبھی تمہیں یوں ایک آس کے حوالے ناچھوڑ کر جاتا۔ مگر میں تمہیں کھونا فورڈ نہیں کر سکتا نور۔ اب اس زندگی میں تو نہیں۔"

محبت سے کہتے ڈینیل نے نور کے ہاتھ کو نرمی سے سہلایا۔

"اوکے۔۔ ایک لسٹ دوں گی وہ بھی لیتے آنا۔" سوس سوس کرتے نور کے فرمائش کی تو ڈینیل کھلے دل سے ہنس دیا۔ جس پر نور اسے خفگی سے گھورنے کے بعد خود بھی ہنس دی۔

\*\*\*\*\*

"نور تمہیں پتا ہے پیرے اور میرے کو میری ضرورت ہے۔ میں ان کے بڑھاپے میں انہیں تنہا نہیں کر سکتا۔ کل ایڈی کی مجھے کال آئی تھی۔ اس نے مجھے بتایا ہے کہ میرے کی طبیعت جب سے میں گیا ہوں سنبھل نہیں رہی۔ اس لئے مجھے جانا ہو گا۔

میں جانتا ہوں کہ مجھے تمہیں کچھ بھی نہیں سمجھانا پڑے گا۔ میں بس اتنا چاہتا ہوں کہ تم میرا انتظار کرنا نور۔ میں جھوٹا آدمی نہیں ہوں۔ نا ہی اپنے قول سے مکر کرنے والا ہوں۔ تم بس میرے لئے دعا کرنا۔"

نور کی ڈبڈبائی آنکھوں میں دیکھتے ڈینیل نے بغیر کوئی لگی لپٹی رکھتے۔

ٹھہر ٹھہر کر ایک ایک لفظ ادا کیا۔

"آپ نے کب جانا ہے؟" آنسوؤں پر بندھ باندھتے اس نے رندھی آواز میں پوچھا تو ڈینیل نے اداسی سے اس کی آنکھوں میں چمکتے آنسو دیکھے۔

"بس کچھ دنوں تک۔"

"میں بھی چلتی ہوں ساتھ۔" بھرائی ہوئی آواز میں کہتے نور نے نیاصل نکالا جسے سن کر ڈینیل دھیمے سے ہنس دیا۔ آنکھوں میں اداسی کچھ اور بڑھی تھی۔

"الین کو تمہاری ضرورت ہے نور۔ آغا جان کہتے ہیں عورت کو مرد کی پسلی سے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ مضبوطی جو مجھے تمہارے ساتھ سے ملتی ہے۔ اسی مضبوطی کا احساس تمہیں میری غیر موجودگی میں اپنے ارد گرد بکھیرنا ہے۔ ایک مضبوط عورت بن کر، اپنے شوہر کی غیر موجودگی میں اس کے حصے کے ہر فرض کو خوش اسلوبی سے نبھانا ہے۔

مکمل ناول فری میں پڑھنے کے لیے یہاں  
کلک کریں۔

[safareadab.com](http://safareadab.com)



سفر ادب کی جانب سے ناولوں کی پی ڈی ایف کاپی کو ہر غلطی سے ماورا بنانے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ کسی بھی طرح کی غلطی پائی جانے پر اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ ہماری ٹیم کے تیار شدہ پی ڈی ایف کے تمام جملہ حقوق سفر ادب کے نام محفوظ کر لیے گئے ہیں۔ کسی ادارے یا شخص کی جانب سے ہمارے کام کو اپنے آفیشل استعمال میں لانے کی کوشش کو غیر قانونی سمجھ کر سفر ادب کی جانب سے کارروائی کی جاسکتی ہے۔

- ٹیم سفر ادب